خواتین کے مخصوص مسائل

الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ تعالیٰ

مترجم

ابو یحیی محمد زکریا زاہد حفظہ اللہ



دار المعرفة

PAKISTAN

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

خواتین کے مخصوص مسائل

کتاب و سنت کی روشنی میں

تالیف

الشیخ صالح بن فوزان الفوزان

مترجم: الشیخ رضاء اللہ مبارکپوری

تہذیب ونظر ثانی: الشیخ منیر احمد وقار

تصحیح وتخریج: الشیخ حامد محمود خضری

ناشر

دار المعرفه

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب:	خواتین کے مخصوص مسائل
تالیف:	فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ
مترجم:	الشیخ رضاء اللہ مبارکپوری حفظہ اللہ
تصحیح وتخریج:	الشیخ حامد محمود الخضری
تہذیب ونظر ثانی:	الشیخ منیر احمد وقار
تاریخ اشاعت:	نومبر 2006ء
تعداد:	1100
قیمت:	
ناشر:	دار المعرفہ

فہرست مضامین

باب ششم:

جنازے سے متعلق عورتوں کے مخصوص مسائل

باب ہفتم:

روزے سے متعلق خواتین کے مخصوص مسائل

باب ہشتم:

حج وعمرہ سے متعلق خواتین کے مخصوص مسائل

باب نہم:

ازدواجی زندگی کے خاص مسائل

باب دہم:

خواتین کی عزت وناموس اور عفت وشرافت کو تحفظ فراہم کرنے والے احکام ومسائل

حرفِ اوّل

عصر حاضر میں بے حیائی کا سیلاب عفت وعصمت اور شرم وحیاء کے تمام بند توڑنے کے لیے کیل کانٹے سے لیس ہو کر مسلمان معاشروں کے بگاڑ وفساد میں مصروفِ یلغار ہے اور مسلمان عورت خصوصی طور پر اس کا ہدف ہے۔ آج ملت اسلامیہ ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے جس کے ایک طرف بے حیائی و بے شرمی اور برہنگی کا سیلاب ہے تو دوسری طرف اسلام کی پاکیزہ تہذیب وتعلیم اور ثقافت ہے۔ اب ان دونوں راستوں میں سے اس نے ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ اور لادینی حکومتوں کی کوشش ہے کہ ملت اسلامیہ تہذیب مغرب کی پیروکار بن کر ذلت وگمراہی کے گہرے سمندروں میں غرقاب ہو جائے اور اسلام پسند مخلص طبقات ملت اسلامیہ کو اسلامی رنگ میں رنگنے کے لیے کوشاں ہیں۔

دعوت وتبلیغ اور ''خواتین کے مخصوص مسائل'' اپنے موضوع پر ایک جامع کتاب ہے، اس کتاب میں عورت کے بارے عام مسائل واحکام کے ساتھ ساتھ خواتین اسلام کی جسمانی طہارت و زینت کے احکام ومسائل، پردہ، لباس، نماز، روزہ اور حج کے احکام ومسائل، ازدواجی زندگی کے احکام ومسائل اور خواتین کی عزت وناموس اور عفت وشرافت کو تحفظ فراہم کرنے والے احکام و مسائل بالتفصیل بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب دس ابواب پر منقسم ہے جس میں ۱۱۸ عنوانات بیسیوں آیات اور سینکڑوں احادیث سے مزین ہیں۔

اس کتاب کے مؤلف عرب دُنیا کے مشہور سکالر فضیلۃ الشیخ علامہ صالح بن فوزان الفوزان (کثر اللہ امثالہ) ہیں۔ جنھوں نے اپنے وسیع تر مطالعہ اور موجودہ حالات پر گہری نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ اصل کتاب عربی میں ہے جس کا ترجمہ کرنے کی سعادت ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری حفظہ اللہ کے حصہ میں آئی۔ کتاب میں موجود آیات واحادیث کی علمی تحقیق وتخریج ہمارے بھائی حافظ حامد محمود خضری نے کی۔ کتاب کے ناشر محترم جناب منور حسین سپرا نے تہذیب ونظر ثانی کے لیے راقم الحروف سے رابطہ کیا تو وہ باوجود اپنی تدریسی مصروفیات اور ناسازیٔ طبع کے انکار نہ کر سکا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلم معاشرے کی خواتین کو اس کتاب سے کماحقہ فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور مؤلف، مترجم، مخرج ومصحح، ناشر اور راقم الحروف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ ورحم اللہ عبداً قال آمین

راقم الحروف
منیر احمد وقار
استاذ الحدیث: جامعہ ام حبیبہؓ للبنات، لاہور
۱۵/نومبر ۲۰۰۶ء

تقریظ

(از مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ)

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنَا مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَاءً. وَأَخْرَجَنَا مِنْ ظلمات الجھل الی نُورِ الْھِدَایَۃ البیضاء والصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیّد الخلق واشرف الأَنْبِیَاءِ وَبَعْدُ!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خواتین کی رشد و ہدایت اور فوز وفلاح کے لیے بہت سارے مخصوص احکامات نازل فرمائے۔ زمانہ جاہلیت میں عورت ذلت و رسوائی کے عمیق گڑھوں میں گری پڑی تھی اور اس پر بے شمار مظالم روا رکھے گئے تھے۔ اور اس کو معاشرے کی ذلیل ترین شئے سمجھ کر استعمال کیا جاتا تھا، لیکن اللہ مالک الملک نے اپنے دین اسلام میں عورت کو عزت عطا کی۔ اور گھر کی چار دیواری میں اس کی عفت کو محفوظ کیا۔ اور جہالت کی تاریکیوں سے نکالنے کے لیے اسے علم کے زیور سے آراستہ کیا۔ اس کی فکر کو مستقیم بنانے اور قلب کے قفل کو کھولنے کے لیے خصوصی احکامات عطا کیے۔ عورتوں کے مخصوص مسائل جیسے ناخن تراشنے، سر اور ابرو کے بال درست رکھنے، مہندی لگانے، زیورات پہننے، حیض و نفاس کی حالت میں عبادت کے احکام، غسل کا طریقہ، اسقاطِ حمل، مانع حیض دواؤں کا استعمال، ستر وحجاب، کفن و دفن، نوحہ و گریہ زاری، سوگ، زیارتِ قبور، عورت کا حج و جہاد، نکاح، طلاق، رجعت، رضاعت، ایلاء، ازدواجی زندگی، غض بصر، محرم کے بغیر سفر اور تدبیر منزل وغیرھا کو بالتفصیل بیان فرمایا۔

تاکہ عورت اسلامی تعلیمات کے زیور سے آراستہ ہو کر اپنے آپ کو اللہ کے ہاں سرخرو کر سکے۔ عصر حاضر میں غیر مسلم اقوام امت مسلمہ کی بیٹیوں کو برسر بازار لانے اور ان کی شرم وحیاء کی چادر کو تار تار کرنے کے لیے دن رات مسلسل تگ و دو کر رہی ہیں۔ انہوں نے اپنی تہذیب، ثقافت اور کلچر کو کئی طرق سے مسلمانوں کے گھروں میں داخل کر دیا ہے۔ آج مسلمانوں کی بیٹیاں بلا ستر وحجاب غیر مردوں کی بازوؤں میں کھیل رہی ہیں۔ عبادات

سے یکسر غافل اور شرعی آداب سے عاری ہیں۔ اور اپنے آشناؤں کے ساتھ فرار اختیار کر کے والدین، عزیز و اقارب، خاندان، کنبہ، برادری اور معاشرے کے لیے ذلت و رسوائی کا باعث بن رہی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں اسلامی احکامات سے باخبر کیا جائے اور شرعی آداب سے مرصع کر کے ان کی عفت و عصمت کو ایک مقدس قلع میں محفوظ و مامون کر دیا جائے۔ اس موضوع پر کئی ایک علمائے دین نے اپنے نوک قلم کو حرکت دی ہے اور عورتوں کے مخصوص مسائل کو صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب عالم عرب کے معروف و مشہور سکالر شیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ کی مرتبہ کردہ ہے اور کتاب کی ثقاہت کے لیے شیخ کا اسم گرامی ہی کافی ہے۔ اور اس عربی کتاب کو اُردو کے قالب میں فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے ڈھالا ہے اور اس کی تصحیح اور تخریج محترم المقام حافظ حامد محمود الخضری حفظہ اللہ نے اور نظر ثانی مولانا منیر احمد وقار (استاذ الحدیث جامعہ اُم حبیبہؓ للبنات، لاہور) نے کی ہے۔

یہ کتاب عورتوں کے مخصوص مسائل پر ایک نہایت عمدہ مجموعہ ہے جو کتاب وسنت کے دلائل و براہین سے مزین و مرصع ہے۔ شیخ صالح بن فوزان حفظہ اللہ نے لؤلؤئے متناثرہ اور ازھار منتشرہ کو یک جا کر مسلمہ بیٹی کے لیے ایک گلدستہ تیار کر دیا ہے۔ جس کی خوشبو کی مہک سے وہ اپنے دل و دماغ کو معطر اور اپنے ایمان وایقان کو جلا بخش سکتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس دبستان ایمان سے ہر کسی کو کما حقہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور نجات کا ذریعہ اور کامیابی کا وسیلہ بنائے۔ اور قیامت والے دن اس کے مؤلف، مترجم، مصحح، ناشر منور حسین سپرا ''مدیر سپرا کتب خانہ، حافظ آباد'' اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں کو فوز و فلاح کا زینہ بنائے۔ اس کتاب کو ہر مدرسہ، مکتب، سکول، کالج، یونیورسٹی، ادارہ، دوکان، کارخانہ وفیکٹری وغیرھا کی زینت ہونا چاہیے۔ آمین یارب العالمین

کتبہ

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ

سبزہ بازار، لاہور ۲۰۰۶/۹/۵ء

مقدمہ از مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی، وَخَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰی مِنْ نُّطْفَةٍ إِذَا تَمْنٰی، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ فِي الْآخِرَةِ وَالْأُوْلٰی، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، عَرَجَ بِهٖ إِلَی السَّمَاءِ فَرَأَی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأُولِي الْمَنَاقِبَ وَالنُّهی، وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا مُوبداً، أَمَّا بَعْدُ!

تمام تعریف اللہ ذوالجلال کے لیے ہے، جس نے صحیح ترین اندازہ کیا اور پھر راہ دکھائی اور اسی نے جوڑا یعنی نر اور مادہ پیدا کیا اس نطفے سے جو رحم میں ڈالا جاتا ہے، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک وساجھی نہیں، تمام تعریفیں دنیا و آخرت میں اسی کے لیے ہیں اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جنہیں آسمان کی معراج کرائی گئی تو انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل واولاد اور آپ کے اصحاب پر جو اصحابِ فضل و منقبت اور فہم وفراست ہیں زیادہ سے زیادہ درود وسلام نازل فرمائے۔

اسلام میں خواتین کا اپنا ایک مقام ومرتبہ ہے، کاروبار حیات کی متعدد ذمہ داریاں ان کے سپرد کی گئی ہیں، رسول اکرم ﷺ مخصوص طور پر ان کو اپنی تعلیمات سے نوازتے رہتے تھے، حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے خطبے میں آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین فرمائی تھی، ان تمام امور سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ ہر زمانے میں خواتین لازمی توجہ کی مستحق ہیں، خصوصاً موجودہ دور میں جب کہ مسلم خواتین سے ان کی عزت وناموس کو سلب کرنے نیز ان کو اپنے مقام ومرتبہ سے گرانے کے لیے مخصوص

طریقے سے ان پر یلغار کی جارہی ہے اور ان کو نشانہ بنایا جارہا ہے، اس لیے انہیں خطرات سے آگاہ کرنا اوران کے لیے راہِ نجات کی نشاندہی کرنا ازحد ضروری ہے۔

زیرنظر کتاب کے بارے میں ہماری یہی توقع ہے کہ اس کے اندر خواتین سے متعلق جومخصوص احکامات بیان کیے گئے ہیں ان کی وجہ سے کتاب اس راہ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، یہ ایک حقیر اور متواضع شمولیت ہے، لیکن ایک کم مایہ شخص کی حتی المقدور کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو اس کے حجم اور مقدار کے مطابق کارآمد اور نفع بخش بنائے، خواتین کی راہنمائی اوران کے لیے راہِ نجات کی نشاندہی کے تعلق سے یہ پہلا قدم ہے، امید ہے کہ اس کے بعد اس سے زیادہ عمومیت اور شمولیت کے ساتھ اگلے قدم اٹھائے جائیں گے، جن میں زیادہ بہتر اور مکمل طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ اس عجلت میں پیش کی گئی معلومات کو درج ذیل ابواب کے تحت بیان کیا گیا ہے:

باب اوّل: عام مسائل واحکام

باب دوم: خواتین کی جسمانی زینت وآرائش سے متعلق مسائل

باب سوم: حیض، استحاضہ اور نفاس کے مسائل

باب چہارم: لباس اور پردہ کے مسائل

باب پنجم: نماز سے متعلق خواتین کے مخصوص مسائل

باب ششم: جنازہ سے متعلق خواتین کے مخصوص مسائل

باب ہفتم: روزہ سے متعلق خواتین کے مخصوص مسائل

باب ہشتم: حج وعمرہ سے متعلق خواتین کے مخصوص مسائل

باب نہم: ازدواجی زندگی سے متعلق مسائل

باب دہم: خواتین کی عزت وناموس اوران کی عفت وشرافت کو ضمانت فراہم کرنے والے احکام ومسائل

باب اوّل:

عام مسائل واحکام

عورتوں کا مقام قبل از اسلام:

قبل از اسلام سے مراد زمانہ جاہلیت ہے، جس وقت عرب بالخصوص اور روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان بالعموم جہالت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور لوگ عہد فترہ ❶ سے گزر رہے تھے، ہدایت اور نجات کی راہیں ناپید ہوچکی تھی، حدیث نبوی کے بیان کے مطابق؛ ''اللہ تعالیٰ نے ان پر نظر ڈالی تو اہل کتاب سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگوں کو چھوڑ کر عرب وعجم کے تمام لوگوں سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوا۔'' ❷

اس عہد میں خواتین عموماً اور عرب معاشرہ میں خصوصاً سخت آزمائشی دور سے گزر رہی تھیں، اہل عرب بچیوں کی ولادت کو سخت ناپسند کرتے تھے، کچھ ایسے تھے جو انہیں زندہ درگور کردیا کرتے تھے کہ مٹی کے نیچے دب کر دم توڑ دیں اور کچھ ایسے بھی تھے جو ان کی تربیت وکفالت سے دست بردار ہوکر انہیں ذلت ورسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور کردیتے تھے، اسی صورتِ حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ○ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ○ ﴾ (النحل: ٥٨، ٥٩)

---

❶ فترہ: دو نبیوں کے درمیان کے زمانہ کو کہتے ہیں۔

❷ یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے، جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے سیّدنا ریاض بن حماد مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ مذکورہ ٹکڑے کے الفاظ یہ ہیں: ((إِنَّ اللّٰهَ نظر إلى أهل الأرض فمقتهم عربهم وعجمهم إلا بقايا من أهل الكتاب ……)) [صحيح مسلم، كتاب الجنة، رقم: ……؟]

’’ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے، اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے، سوچتا ہے کیا اس کو ذلت کے ساتھ لیے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے، آہ! کیا ہی برے فیصلے وہ کرتے ہیں۔‘‘

دوسری جگہ ارشاد باریِ تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ۝ ﴾

(التکویر: ۸،۹)

’’جب زندہ گاڑھی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی۔‘‘

’’مَوْءُ وْدَةُ‘‘ اس بچی کو کہتے ہیں جو زندہ درگور کر دی گئی ہو کہ مٹی کے نیچے دب کر دم توڑ دے۔ اگر لڑکی زندہ درگور کیے جانے سے کسی طرح بچ جاتی تو اسے نہایت اہانت آمیز زندگی گزارنی پڑتی تھی، اس کو اپنے قریبی لوگوں کے ترکہ سے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا، خواہ اس کے اقرباء کتنے ہی صاحب دولت و ثروت کیوں نہ ہوں اور وہ خود کتنی ہی غربت و محتاجگی کی زندگی کیوں نہ گزار رہی ہو کیونکہ ان کے یہاں عورتوں کے بجائے صرف مردوں کو ہی ترکہ ملتا تھا، عورتوں کو ترکہ کیا ملتا وہ خود مال میراث کی طرح وفات پانے والے شوہروں کے ورثاء میں تقسیم کی جاتی تھیں۔ ایک شوہر کی زوجیت میں بیشمار عورتیں ہوا کرتی تھیں، کیونکہ ان کے نزدیک تعداد ازواج کی کوئی قید نہیں تھی اور اس کی بناء پر ان کو لاحق ہونے والی پریشانیوں، تنگیوں اور ظلم و زیادتی کی وہ کوئی پرواہ بھی نہیں کرتے تھے۔

اسلام میں عورتوں کا مقام و مرتبہ:

جب اسلام آیا تو اس نے عورتوں پر ہونے والے ظلم و زیادتی کا خاتمہ کرتے ہوئے ان کی انسانی حیثیت اور مرتبہ واپس دلایا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى ﴾

(الحجرات : ۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ انسان ہونے میں عورت مرد کے مساوی درجہ رکھتی ہے، اسی طرح اعمال پر جزاء و سزا میں بھی دونوں برابر اور یکساں حیثیت رکھتے ہیں:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

(النحل : ۹۷)

''جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت، لیکن ایماندار ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔''

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ ﴾

(الاحزاب : ۷۳)

''(یہ اس لیے) کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دے۔''

اللہ تعالیٰ نے عورت کی اس حیثیت کو حرام و ممنوع قرار دیا ہے کہ مرنے والے شوہر کے متروکہ مال میں اسے شمار کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ﴾

(النساء : ۱۹)

''اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو۔''

اللہ تعالیٰ نے خواتین کو ان کی اپنی ایک مستقل حیثیت کی ضمانت دی ہے، انہیں مال موروث شمار نہیں کیا، بلکہ وارث بنایا ہے۔ خویش واقارب کے مال متروک میں ان کا حصہ متعین کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا ۝ ﴾ (النساء: ۷)

''ماں باپ اور خویش واقارب کے ترکے میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی (جو مال ماں باپ اور خویش واقارب چھوڑ کر مریں) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ (اس میں) حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط ﴾ (النساء: ۱۱)

''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔''

اسی طرح کی متعدد وہ تمام آیاتِ کریمہ ہیں جو مال میراث میں ماں، بیٹی، بیوی کی صورت میں خواتین کے حصوں کی تعیین کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔

ازدواجی زندگی کے تعلق سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے چار بیویوں کی آخری حد متعین کردی ہے، بشرطیکہ ان کے مابین حتی المقدور عدل وانصاف قائم کیا جائے اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کو واجب اور ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ ﴾ (النساء : ۱۹)

''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو۔''

اور مہر کو عورتوں کا حق قرار دیتے ہوئے اس کی مکمل ادائیگی کا حکم دیا ہے مگر یہ کہ عورت خوش دلی کے ساتھ از خود معاف کردے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ﴾ (النساء : ٤)

''اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو، ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ پیو۔''

اللہ تعالیٰ نے عورت کو اپنے شوہر کے گھر میں ایک ایسے نگہبان کی حیثیت عطا کی ہے، جو امر و نہی کی مالک ہوتی ہے اور اپنے بچوں کی نگران اور سردار ہوتی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

((اَلْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا.))[1]

''عورت اپنے شوہر کے گھر اور بال بچوں کی نگراں ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال کیا جائے گا۔''

اسی طرح شوہر پر معروف طریقے سے بیوی کے نان و نفقہ اور لباس وغیرہ کے اخراجات کی ذمہ داری عائد کی ہے۔

دشمنانِ اسلام اور ان کے چیلے خواتین سے ان کی عزت و ناموس اور ان کے حقوق کو سلب کرنا چاہتے ہیں:

آج کے دور میں دشمنانِ اسلام بلکہ دشمنانِ انسانیت کفار و منافقین اور کج روی اختیار کرنے والوں کو اسلام میں خواتین کو ملی ہوئی عزت و شرافت اور تحفظ سخت ناگوار

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب المرأة راعية في بيت زوجها، رقم: ۵۲۰۰.

معلوم ہورہا ہے کیونکہ یہ لوگ عورتوں کو تباہی و بربادی اور ہلاکت کے ایک ایسے جال کی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں جس کے ذریعہ وہ اپنی ہیجان انگیز شہوتوں کو تسکین پہنچانے کے بعد کمزور ایمان، بے قابو اور خواہشات و ہوس سے مغلوب لوگوں کو اپنے پھندے میں گرفتار کرسکیں۔ اللہ ربّ العزت ایسے لوگوں کے حق میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝ ﴾

(النساء: ۲۷)

" اور جو لوگ خواہشات نفس کے پیرو ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم اس راہِ راست سے بہت دور ہٹ جاؤ۔"

حد ہوگئی کہ بیمار ذہنیت اور کج روی کا شکار کچھ مسلمان بھی خواتین کے تعلق سے یہی چاہتے ہیں کہ شیطانی خواہشات اور شہوانی میلان رکھنے والے تاجروں کے شوروم میں ان کو سستے سامان کی طرح رکھا جائے جو خریداروں کے سامنے بالکل کھلے رکھے جاتے ہیں تاکہ وہ ان کے خوبصورت مناظر سے لطف اندوز ہوسکیں یا اس کے توسط سے ان کو بدترین عمل تک رسائی حاصل ہوسکے چنانچہ ان کے اندر اس بات کی شدید رغبت پائی جاتی ہے کہ خواتین اپنے گھروں کی چہار دیواری سے نکل کر مردوں کے دوش بدوش ان کے کاموں میں ہاتھ بٹائیں یا ہسپتالوں میں بحیثیت نرس مردوں کی تیمارداری کریں اور ان کی خدمت انجام دیں یا ہوائی جہازوں میں بحیثیت ائرہوسٹس یا مخلوط تعلیم گاہوں میں بحیثیت طالبات اور ٹیچرس یا تھیٹروں میں بحیثیت اداکارہ یا گلوکارہ یا مختلف ذرائع ابلاغ میں بحیثیت اناؤنسر کام کریں۔ جہاں وہ اپنی شکل وصورت اور اپنی آواز سے لوگوں کو فتنوں میں مبتلا کریں۔ فحش رسائل واخبارات نے دوشیزاؤں کی ہیجان انگیز عریاں تصویروں کو اپنی مارکیٹنگ اور بازاروں میں رواج حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنا رکھا ہے، اس طرح بعض تاجروں اور صنعتی کمپنیوں نے اسی نوعیت کی فحش تصویروں کو اپنے سامان کی تجارت اور اپنے پروڈکٹ (مصنوعات) پر آویزاں کرکے

انہیں فروغ دینے کا وسیلہ اور ذریعہ بنا رکھا ہے، ان تمام غلط حرکتوں کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ خواتین اپنے گھروں کے اندر اپنی حقیقی اور اصل ذمہ داریوں سے دست بردار ہوگئیں۔ اس کی وجہ سے ان کے خاوند اپنے بچوں کی تربیت اور گھریلو ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لیے بیرونِ ملک سے خادماؤں کو درآمد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، جس کا اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ بے شمار فتنے اور بڑی بڑی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

خواتین کے لیے تعلیم وتعلم اور ملازمت کی اجازت:

گھر سے باہر خواتین کی سروس یا دیگر کام کرنے کے ہم مخالف نہیں ہیں بشرطیکہ وہ مندرجہ ذیل ضوابط کے تحت ہوں:

۱: عورت اس ملازمت کی یا معاشرہ اس کے کام کا واقعی ضرورت مند ہو، مردوں میں اس کام کوانجام دینے والا کوئی موجود نہ ہو۔

۲: گھریلو ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے بعد ہی وہ گھر کے باہر سروس کرسکتی ہے کیونکہ گھریلو ذمہ داریوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

۳: مردوں سے دور رہ کر محض خواتین کے بیچ میں اس طرح کی سروس کی جاسکتی ہے، مثال کے طور پر عورتوں کی تعلیم وتربیت، ان کی تیمارداری اور ان کا علاج ومعالجہ۔

۴: اسی طرح دینی امور کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ضروری چیز ہے جن دینی مسائل کی عورت کو ضرورت ہو انہیں سکھنے اور حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ انہیں عورتوں کے درمیان رہ کر حاصل کیا جائے، مساجد وغیرہ میں قائم کیے جانے والے وعظ ونصیحت کے دروس کی حاضری میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ پردے کے ساتھ اور مردوں کے اختلاط سے دور ہو جیسا کہ ابتدائے اسلام میں خواتین مساجد میں حاضر ہوکر سیکھتی اور سکھاتی تھیں۔

باب دوم:

خواتین کی جسمانی زینت و آرائش (بناؤ سنگھار) سے متعلق مسائل

ناخن تراشنا خصائل فطرت میں سے ہے:

1) عورتوں کے مخصوص اور ان کے مناسب جو خصائل فطرت ہیں ان میں ناخن کا تراشنا اور برابر ان کی خبر گیری کرنا عورت سے مطلوب ہے، کیونکہ ناخن تراشنے کے مسنون ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے، یہ ان خصائل فطرت میں سے ہے جن کا ذکر حدیث نبوی ﷺ میں وارد ہوا ہے۔ [1]

ناخن کاٹنے میں نظافت اور خوبصورتی پائی جاتی ہے جب کہ انہیں بڑھانے میں بدشکلی، بھدا پن اور درندوں سے مشابہت پائی جاتی ہے، نیز ان کے نیچے پانی کا نہ پہنچنا اور ان کے اندر گندگی و غلاظت کا جمع ہونا، یہ سب خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ سنت سے ناواقفیت اور کافر عورتوں کی تقلید کی وجہ سے بعض مسلم خواتین بھی ناخن بڑھانے کی وباء میں مبتلا ہوگئی ہیں۔

زیر ناف اور بغل کے بالوں کی صفائی بھی عورتوں کے لیے مسنون ہے کیونکہ

---

[1] ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا رسولِ اکرم ﷺ سے مرفوعاً روایت کرتی ہیں: ((عشر من الفطرة: قص الشارب وإعفاء اللحية والسواك واستنشاق الماء وقص الأظفار عشل البراجم ونتف الإبط وحلق العانة وانتقاص الماء. قال الراوي ونسيت العاشرة إلا أن تكون المضمضة.)) [ابو داؤد، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، رقم: ٥٣] ...... ''دس باتیں خصائل فطرت سے ہیں: مونچھوں کا تراشنا، داڑھی کا بڑھانا، مسواک، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کے پوروں کا دھونا، بغل کے بال اکھاڑنا، زیر ناف کا بنانا، استنجاء کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ دسویں بات میں بھول گیا ہوں، ہوسکتا ہے دسویں بات کلی کرنا ہو۔''

حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور اسی میں خوبصورتی اور جمال ہے۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتہ اس عمل کو انجام دیا جائے یا چالیس دن سے زیادہ انہیں نہ چھوڑا جائے۔

سر اور ابرو کے بالوں کے بارے میں اسلام کا حکم:

الف: مسلم خواتین سر کے بالوں کا بڑھانا مطلوب ہے، بلا کسی ضرورت انہیں منڈوانا حرام ہے۔ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی سعودی عرب فرماتے ہیں:

"عورتوں کے سروں کے بالوں کا مونڈنا جائز نہیں ہے کیونکہ امام نسائی نے اپنی سنن میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے، امام بزار رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے اور علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے سیّدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے سنداً روایت کیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اپنے سر کے بال منڈانے سے منع فرمایا ہے۔" [1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی (ممانعت) اگر اس کا کوئی معارض ومخالف حکم موجود نہ ہو تو تحریم کی متقاضی ہوتی ہے یعنی ایسی نہی تحریم کے لیے ہوتی ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ شرح مشکاۃ میں لکھتے ہیں:

"رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک ((أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا.)) اس وجہ سے ہے کہ خواتین کے حق میں چوٹیوں کو شکل وصورت اور حسن و جمال میں وہی حیثیت حاصل ہے جو مردوں کے حق میں داڑھی کو حاصل ہے۔" [2]

سر کے بالوں کو زیب وزینت کے علاوہ کسی دوسرے مقصد سے چھوٹا کرنا، مثال کے طور پر ان کی حفاظت وغیرہ سے عورت عاجز ہوجائے یا اتنے زیادہ طویل

---

[1] نسائی، كتاب الزينة، باب النهى عن حلق المرأة رائسها، رقم: ٥٠٥٢.

[2] مجموع فتاویٰ الشیخ محمد بن ابراہیم (۴۹/۲)

ہو جائیں کہ عورت کے لیے تکلیف دہ ثابت ہوں تو بقدر ضرورت ان کو چھوٹا کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ بعض ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایسا کرتی تھیں اس لیے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد زیب و زینت کو ترک کر دیا تھا اور بالوں کو بڑھانے اور انہیں سنوارنے کی ان کو حاجت و ضرورت نہیں رہ گئی تھی اور اگر بالوں کو چھوٹا کرانے سے کافرہ اور فاسقہ عورتوں یا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا مقصود ہے تو یہ بلا شک وشبہ حرام ہے، اس لیے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اگر بالوں کو چھوٹا کرانے سے زیب و زینت مقصود ہے تو بظاہر یہ بھی ناجائز معلوم ہوتا ہے، استاذ محترم شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ اپنی تفسیر (اضواء البیان) میں لکھتے ہیں:

''بہت سے مسلم ممالک میں خواتین کا اپنے بالوں کو جڑوں کی حد تک چھوٹا کرانے کا جو رواج بڑھتا جا رہا ہے درحقیقت یہ فرنگی طور طریقہ ہے جو اس طور طریقہ کے بالکل مخالف ہے جس پر مسلم خواتین بلکہ قبل از اسلام عرب خواتین گامزن تھیں۔ یہ طریقہ ان تمام انحرافات میں سے ایک ہے جو دین و اخلاق اور شکل وصورت وغیرہ میں عام ہوتے جا رہے ہیں۔''

اس کے بعد موصوف نے اس حدیث کا تذکرہ کیا ہے جس میں یہ وارد ہوا ہے کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اپنے بالوں کو وفرہ (کانوں تک لٹکتے ہوئے بال) کی حد تک چھوٹا کرا لیتی تھیں اور اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ازواج مطہرات نے رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد اپنے بالوں کو چھوٹا کرایا تھا، اس لیے کہ آپ کی زندگی میں زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کرتی تھیں اور ان کی بہترین زیب و زینت میں ان کے بال بھی تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ان کو ایک خاص حکم حاصل ہو گیا تھا

جس کی رُو سے پورے روئے زمین کی تمام خواتین میں سے کوئی بھی خاتون ان کی شریک اور ہم سر نہیں ہوسکتی تھی اور وہ خاص حکم یہ تھا کہ شادی کے تعلق سے ان کی ساری توقعات کا خاتمہ ہو چکا تھا اور شادی سے وہ اس طرح ناامید ہو چکی تھیں کہ اس میں کسی حرص وطمع کی ادنیٰ آمیزش بھی نہیں پائی جاتی تھی، چنانچہ وہ ایسی عدت گزار عورتیں تھیں جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں ہونے کی وجہ سے تا حیات محبوس تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حق میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ٥ ﴾

(الاحزاب: ٥٣)

’’اور نہ تمہیں یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو (یاد رکھو) اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا (گناہ) ہے۔‘‘

مردوں سے مکمل بے رغبتی اور مایوسی زیب وزینت کی بعض ایسی چیزوں میں کوتاہی اور سستی کے لیے رخصت کا سبب بن سکتی ہے جو کسی دوسرے سبب کی بناء پر جائز نہیں ہوسکتی ہیں۔‘‘ [1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (١٤٥/٢٢) میں فرماتے ہیں:

’’جس طرح بعض آبرو باختہ عورتیں اپنے بالوں کی ایک ہی چوٹی بنا کر اور اسے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا کر رکھتی ہیں۔‘‘

سعودی عرب کے سابق مفتی محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عصر حاضر کی بعض مسلم خواتین کا یہ عمل کہ سر کے بالوں کو ایک جانب سے کنگھی کر کے پچھلے حصہ گدی میں یا

[1] اضواء البیان (٥٩٨/٥-٢٠١)

سر کے اوپر باندھ لیتی ہیں جیسا کہ انگریز عورتیں کرتی ہیں تو یہ ناجائز ہے، کیونکہ اس میں کفار کی عورتوں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ سیّدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا، قَوْمٌ مَّعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلَاتٌ مُمِيلَاتٌ، رَؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْعُجَافِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةٍ كَذَا وَكَذَا.)) [1]

’’جہنمیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے دیکھا نہیں ہے، ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کے مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے، دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی، مٹک مٹک کر، مونڈھوں اور کولہوں کو ہلا ہلا کر چلیں گی، ان کے سر اونٹ کے جھکے ہوئے کوہان کی طرح ہوں گے وہ نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنی مسافت سے پائی جائے گی۔‘‘

بعض اہل علم نے حدیث میں وارد لفظ ((مائلات ممیلات)) کی تفسیر و توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے:

’’ان کے کنگھی کرنے کی کیفیت اس طرح ہوتی ہے کہ بال ایک جانب جھکے ہوتے ہیں، یہ فاحشہ اور بدکار عورتوں کی کنگھی کا طریقہ ہے اور (ممیلات) ان عورتوں کو کہتے ہیں جو دوسری عورتوں کو اس طرح کی کنگھی

[1] صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات، رقم: ٥٥٨٢.

کرے، درحقیقت یہ فرنگی (یورپی) خواتین اور ان کے نقش قدم پر چلنے والی مسلم خواتین کی کنگھی کا طریقہ ہے۔'' ❶

مصنوعی بال (وِگ) کے متعلق حکم:

جس طرح خواتین کو بلا ضرورت سروں کے بالوں کو منڈوانے یا چھوٹا کرانے سے روکا گیا ہے اسی طرح انہیں اپنے بالوں میں مزید دوسرے بالوں کو جوڑ کر اضافہ کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیحین میں وارد ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ.)) ❷

''رسولِ اکرم ﷺ نے واصلہ اور مستوصلہ پر لعنت بھیجی ہے۔''

واصلہ :...... اس عورت کو کہتے ہیں جو کسی غیر کے بالوں کو جوڑ کر بالوں میں مزید اضافہ کرتی ہے۔

مستوصلہ :...... اس عورت کو کہتے ہیں جس پر یہ عمل کیا جاتا ہے۔

یہ عمل اس وجہ سے ممنوع اور حرام ہے کہ اس میں فریب اور دھوکہ پایا جاتا ہے، اس ممنوعہ اضافہ میں باروکہ یعنی وِگ کا استعمال بھی شامل ہے جو اس وقت کافی شہرت اختیار کرتا جارہا ہے۔

امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ وغیرہ کی روایت کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہوں نے ایک تقریر کی، دورانِ تقریر انہوں نے بالوں کا ایک گچھا نکال کر فرمایا: '' تمہاری خواتین کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اپنے سروں میں اس طرح کی

---

❶ مجموع فتاویٰ الشیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ ۲/۴۷۔ نیز ملاحظہ ہو: الایضاح والتبیین مؤلفہ شیخ حمود تویجری، ص: ۵۸.

❷ المسند لامام احمد: رقم الحدیث: ۴۷۲۳، صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر، ح: ۵۹۳۴، صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواحله والمستوصله، ح: ۵۵۶۹، ترمذی، ابواب اللباس، باب فی مواصله اشعر، ح: ۱۷۵۹، نسائی، کتاب الزینة، باب الواصله، ح: ۵۰۹۷، ابن ماجه، ابواب النکاح، باب الواصله والواشمه، ح: ۱۹۸۸.

چیز استعمال کرتی ہیں۔'' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((مَا مِنْ اِمْرَأَةٍ تَجْعَلُ فِي رَأْسِهَا شَعْراً مِنْ شَعْرِ غَيْرِهَا إِلَّا كَانَ زُوْرًا.)) [1]

''اگر کوئی عورت اپنے سر میں کسی غیر کے بال لگاتی ہے تو وہ جھوٹ اور فریب ہوتا ہے۔''

باروکہ (وِگ) ایسے مصنوعی بالوں کو کہتے ہیں جو سر کے بالوں کے مشابہ تیار کیا جاتا ہے، اس کے استعمال میں فریب اور دھوکہ دہی ہوتی ہے۔

بالوں کو منڈوانے والی خواتین پر رسول اللہ ﷺ کی لعنت:

ب: مسلم خواتین کے لیے ابرو کے تمام بالوں کو یا بعض بالوں کو مونڈ کر، ترشوا کر یا بال صفا دوائیں (Hair Remove creams) استعمال کر کے صاف کرنا حرام ہے کیونکہ اسی کو نمص کہا جاتا ہے جس کا ارتکاب کرنے والی خواتین پر رسولِ اکرم ﷺ نے لعنت بھیجی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّامِصَةَ وَالْمُتَنَمِّصَةَ.)) [2]

''آپ ﷺ نے نامصہ اور متنمصہ پر لعنت بھیجی ہے۔''

نامصہ :...... اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے خیال میں زیب وزینت اختیار کرنے کے لیے اپنے ابرو کے تمام بالوں کو یا کچھ بالوں کو صاف کرتی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر، رقم: ٥٩٣٨، صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصله والمستوصله، رقم: ٥٥٦٥، نسائی، کتاب الزینة، باب وصل الشعر بالخرق: ٥٠٩٦، ابو داؤد، کتاب الترجل باب فی صلة الشعر، رقم: ٤١٦٨.

[2] المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ٢/ ٣٩٥٥۔ ٩/ ٤٣٤٣، صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصله والمستوصله والواشمه والمستوشمه والنامصه والمتنمصة، رقم: ٥٥٧٣، نسائی، کتاب الزینة، باب لعن المتنمصات، رقم: ٥١٠٢، ابو داؤد، کتاب الترجل، باب فی صلة الشعر، رقم: ٤١٧٠.

متنمصہ :......اس عورت کو کہتے ہیں جس کے لیے اس عمل کو انجام دیا جائے۔

یہ عمل درحقیقت اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تغیر و تبدل کرنے کے مترادف ہے جس کے بارے میں شیطان نے وعدہ کیا تھا کہ وہ بنی آدم کو اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تبدیلی کا حکم دے گا۔ چنانچہ اس نے کہا تھا، جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے اس سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے:

﴿ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ ﴾ (النساء: ۱۱۹)

''اور میں ان سے کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں۔''

صحیح مسلم میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ایسی عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو گودنا گودتی ہیں اور جو گودنا گدواتی ہیں اور ابرو کے بال اکھیڑتی ہیں اور اکھڑواتی ہیں اور دانتوں کو گھسا کر خوبصورت بناتی ہیں، درحقیقت وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑنے والی ہیں۔''

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں: ''کیا میں ان لوگوں پر لعنت نہ بھیجوں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے؟ اور یہ حکم اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔'' آپ کی مراد اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہے:

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾ (الحشر: ۷)

''تمہیں جو کچھ رسول (ﷺ) دیں لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔'' [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتنمصات، رقم: ۵۹۳۹، صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصله والمستوصله، رقم: ۵۵۷۳، ابو داؤد، کتاب الترجل، باب فی صلة الشعر، رقم: ۴۱۷۵، نسائی، کتاب الزینة، باب لعن المتنمصات والمتفلجات، رقم: ۵۱۰۲.

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۲/ ۳۵۹، مطبوعہ دار الاندلس) میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

اس سنگین اور خطرناک وباء میں آج بیشمار عورتیں مبتلا ہوگئی ہیں۔ درحقیقت یہ ایک کبیرہ گناہ ہے، صورتِ حال یہ ہوگئی ہے کہ ابرو کے بال صاف کرنا روزمرہ کی ضروریات میں شامل ہوگیا ہے، اگر کسی عورت کا خاوند اس کا حکم دے تو بھی اس کی اطاعت جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک معصیت اور گناہ کا کام ہے۔

دانتوں کو گھِسا کر ان میں جھری (دراز) بنانا حرام ہے:

ج: زینت و آرائش کے مقصد سے دانتوں کو گھسا کر ان میں جھری (دراز) بنانا مسلم خواتین کے لیے حرام ہے، وہ اس طرح سے کہ خوبصورتی پیدا کرنے کے لالچ میں دانتوں کو ریتی سے گھسا کر ان کے درمیان مختصر شگاف بنالیا جائے۔ البتہ اگر دانتوں میں کسی قسم کی بدشکلی پائی جاتی ہو اور اس کو دور کرنے اور دانتوں کو صحیح کرنے کے لیے آپریشن کی ضرورت پڑے یا ان میں کیڑے پیدا ہو جائیں اور ان کو ختم کرنے کے لیے اصلاح کی ضرورت پیش آئے تو اس میں کوئی حرج یا مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ یہ علاج و معالجہ اور بدصورتی کو ختم کرنے کے قبیل سے ہے اور اسے اسپیشلسٹ لیڈی ڈاکٹر کے ہاتھوں انجام دیا جائے۔

جسم میں گودنا گودوانے کا عمل:

د: جسم میں گودنا گودوانے کا عمل بھی عورتوں پر حرام ہے، کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ نے واشمہ اور مستوشمہ پر لعنت بھیجی ہے۔ [1]

[1] حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ((لعن النبی ﷺ الواصله والمستوصله والواشمة والمستوشمة.)) [صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المستوشمه، رقم: ۵۹۴۰، ابو داؤد، کتاب الترجل، باب فی صلة الشعر، رقم: ۴۱۷۵، ترمذی، ابواب اللباس، باب ما جا فی مواصلة الشعر، رقم: ۱۷۵۹، نسائی، کتاب الزینة، باب لعن الواشمة والمستوشمه، رقم: ۵۱۰۲.]

واشمہ :......اس عورت کو کہتے ہیں جو ہاتھ یا چہرے میں سوئی چبھو کر اس جگہ کو سرمہ یا روشنائی سے بھر دے، (یعنی گودنا گودنے والی عورت)۔

مستوشمہ :......اس عورت کو کہتے ہیں جس پر یہ عمل کیا جائے۔

یہ عمل حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے، کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ نے گودنا گودنے والی اور گودوانے والی دونوں پر لعنت کی وعید سنائی ہے اور شریعت میں صرف کبیرہ گناہ پر ہی لعنت کی گئی ہے۔

مہندی لگانے کا حکم:

ھ: خواتین کے لیے خضاب (مہندی) لگانے اور بالوں کے رنگنے کا حکم:

(ا خضاب: امام نووی رحمہ اللہ المجموع (۱/ ۳۲۴) میں فرماتے ہیں:

''دونوں ہاتھوں اور پیروں کا مہندی سے رنگنا شادی شدہ عورت کے لیے مستحب ہے، اس سلسلہ میں کئی حدیثیں معروف ومشہور ہیں۔''

امام نووی کا اشارہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی اس روایت کی جانب ہے، جس میں مذکور ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت نے مہندی لگانے کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں ہے، لیکن میں اسے ناپسند کرتی ہوں، کیونکہ میرے محبوب رسولِ اکرم ﷺ کو اس کی بو ناپسند تھی۔'' [1]

اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے، آپ ہی سے دوسری حدیث بھی مروی ہے، فرماتی ہیں ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے رسول اللہ ﷺ کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا، اس کے ہاتھ میں ایک مکتوب تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ یہ ہاتھ کسی مرد کا ہاتھ ہے یا کسی عورت؟ اس نے کہا یہ ایک عورت کا ہاتھ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] ابو داؤد، کتاب الترجل، باب فی الخضاب للنساء، رقم: ٤١٦٤۔ نسائی، کتاب الزینة، باب کراھیة ریح الحناء، رقم: ٥٠٩٣.

((لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ أَظْفَارَكِ يَعْنِي بِالْحِنَاءِ.)) ❶

''اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو تبدیل کر لیتی۔ (یعنی مہندی سے)''

لیکن ایسی چیزوں سے وہ اپنے ناخنوں کو ہرگز نہیں رنگ سکتی ہے، جو ان پر منجمد ہو کر طہارت کے پانی کے لیے رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ ❷

سیاہ خضاب کی ممانعت:

۲) خواتین کا اپنے بالوں کو رنگنے اور ان میں خضاب لگانے کا جہاں تک سوال ہے، تو اگر بالوں میں سفیدی ظاہر ہو چکی ہے تو انہیں سیاہ رنگ کے علاوہ کسی دوسرے رنگ سے رنگ سکتی ہے، کیونکہ سیاہ خضاب سے رسولِ اکرم ﷺ سے وارد ممانعت میں مردوں اور عورتوں کے درمیان عمومیت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ ریاض الصالحین (ص: ٦٢٦) میں ایک باب کا عنوان قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مردوں اور عورتوں کو سیاہ خضاب لگانے کی ممانعت۔''

اور المجموع شرح المهذب (١/ ٣٢٤) میں لکھتے ہیں:

''سیاہ خضاب سے ممانعت میں مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، یہی ہمارا مذہب ہے۔''

اگر ایک عورت اپنے سیاہ بالوں کو کسی دوسرے رنگ سے بدلنے کے لیے خضاب لگاتی ہے تو میں جہاں تک سمجھتا ہوں یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بالوں کے لیے سیاہ رنگ ہی خوبصورتی کا باعث ہوتا ہے اور اس میں ایسی کوئی بدشکلی نہیں پائی جاتی کہ اس میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کی جائے اور اس میں کافر عورتوں سے مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔

---

❶ ابو داؤد، كتاب الترجل، باب في الخضاب للنساء، رقم: ٤١٦٦۔ نسائی، كتاب الزينة، باب الخضاب للنساء، رقم: ٥٠٩٢.

❷ جیسے نیل پالش کے رنگ۔

خواتین کے لیے زیورات کا حکم:

رسم و رواج کے مطابق خواتین کے لیے سونے و چاندی کے زیورات کا استعمال جائز ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے، لیکن ان زیورات کا محرم لوگوں کے علاوہ دوسرے اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ ان کو چھپائیں گی، خصوصاً گھر سے باہر نکلتے وقت اور ایسے وقت جب کہ مردوں کی نگاہیں ان پر پڑتی ہوں کیونکہ یہ فتنہ کا باعث ہے اور عورتوں کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ کپڑوں کے نیچے پوشیدہ زیورات کی آواز کو مردوں کو سنائیں۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ط ﴾

(النور: ۳۱)

''اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔''

لہٰذا ظاہری زیورات کے بارے میں بدرجہ اولیٰ ممانعت ہو گی۔

باب سوم:

حیض، استحاضہ اور نفاس کے مسائل

حیض اور اس کے مسائل:

حیض لغت میں سیلان (بہنے) کو کہتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں حیض اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کے رحم (بچہ دانی) کے اندر سے متعینہ اوقات میں بغیر کسی بیماری یا زخم کے نکلتا ہے۔ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے تمام بنات آدم کے حق میں مقدر کر دیا ہے۔ اسے رحم مادر کے اندر پیدا کر کے اثناء حمل بچہ کے لیے غذا کا بندوبست کیا ہے پھر یہی خون ولادت کے بعد دودھ کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جب عورت حال حمل میں نہیں ہوتی یا بچہ کو دودھ پلانے والی نہیں ہوتی تو اس خون کا کوئی مصرف نہیں رہ جاتا، لہٰذا متعینہ اوقات میں خارج ہو جاتا ہے۔ اسی کو ماہواری کہا جاتا ہے۔

کس عمر میں حیض کا خون شروع ہوتا ہے؟

عموماً سب سے کم عمر جس میں عورت کو حیض کا خون آنا شروع ہوتا ہے، نو (۹) سال ہے اور پچاس سال کی عمر تک باقی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ط ﴾ (الطلاق : ٤)

”تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔“

چنانچہ ”یائسہ“ عورت وہ ہے جو پچاس سال کی عمر کو پہنچ چکی ہو اور جن کو حیض

آنا شروع نہیں ہوا ہے وہ نو سال سے کم عمر کی چھوٹی بچیاں ہیں۔

حالت حیض میں وطی حرام ہے:

الف حالت حیض میں عورت کے فرج میں وطی (مجامعت) حرام ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ ﴾ (البقرۃ: ۲۲۲)

''آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے، لہٰذا حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں تو ان کے قریب نہ جاؤ، ہاں جب وہ پاکی حاصل کر لیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے، اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

حائضہ عورت سے مجامعت کی حرمت اس وقت تک باقی رہتی ہے، جب تک کہ خون کا آنا بند نہ ہو جائے اور عورت غسل (طہارت) سے فارغ نہ ہو جائے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط ﴾ (البقرۃ: ۲۲۲)

''تم حائضہ عورت کے قریب نہ جاؤ، جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، ہاں جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے۔''

حیض والی عورت سے اس کا خاوند فرج میں مجامعت کے علاوہ ہر جائز شکل میں استمتاع کرسکتا ہے، یعنی زن وشوئی کے تعلقات قائم کرسکتا ہے۔ دلیل صحیح مسلم کی وہ روایت ہے، جس میں رسولِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

((اِصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ.)) ❶

''یعنی سوائے مجامعت کے ہر کام کرو۔''

حالت حیض میں نماز اور روزہ حرام ہیں:

ب: حیض والی عورت مدت حیض میں نماز نہیں پڑھے گی اور روزہ نہیں رکھے گی، اس پر روزہ نماز دونوں ہی حرام ہیں، ان کی ادائیگی حالت حیض میں صحیح نہ ہوگی۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ.)) ❷

''کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حالت حیض میں ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔''

حیض سے پاک وصاف ہوجانے کے بعد عورت روزے کی قضا کرے گی اور نماز کی قضا نہیں کرے گی۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كُنَّا نَحِيضُ عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَكُنَّا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ.)) ❸

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها، رقم: ٦٩٤۔ ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب مواكلة الحائض ومجامعها، رقم: ٢٨٥.

❷ صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب ترك الحائض الصوم، رقم: ٣٠٤۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات.

❸ صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب لا تقضی الحائض الصلوٰة، رقم: ٣٢١۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلوٰة، رقم: ٧٦١۔ ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب فی الحائض تقضی الصلوٰة، رقم: ٢٦٢۔ ترمذی، ابواب الطهارة، باب ما جاء فی الحائض انها تقضی الصلوات، رقم: ١٣٠.

"عہد رسول اللہ ﷺ میں ہم حالت حیض میں ہوتیں تو ہمیں روزے کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا، نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔"

نماز اور روزہ میں فرق کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ نماز ایک ایسا عمل ہے جس کی بار بار تکرار ہوتی ہے، لہٰذا مشقت و پریشانی کے سبب اس کی قضاء کا حکم نہیں دیا گیا۔ روزہ کا معاملہ اس کے برعکس ہے، یعنی سال میں صرف ایک مرتبہ اس کا وقت آتا ہے۔ واللہ اعلم

حیض کی حالت میں قرآنِ کریم پڑھنا:

ج: حیض کی حالت میں عورت کا قرآنِ کریم بغیر کسی حائل (اوٹ) کے چھونا حرام ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴾ (الواقعہ: ۷۹)

"اسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔"

سیّدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو رسولِ اکرم ﷺ نے جو خط لکھا تھا، اس میں یہ بھی تھا:

((لَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ إِلَّا طَاهِرٌ.)) [1]

"مصحف کو صرف پاک وصاف شخص ہی چھو سکتا ہے۔"

چونکہ اس حدیث کو تمام لوگوں نے قبولیت کا درجہ دیا ہے، یعنی تمام لوگوں نے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے، اس لیے یہ حدیث متواتر کی مانند ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ائمہ اربعہ کا مذہب ہے کہ قرآنِ کریم کو صاف طاہر (پاک وصاف) شخص ہی چھو سکتا ہے، مصحف کو چھوئے بغیر حائضہ عورت کے قرآنِ کریم پڑھنے کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے، زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ صرف ضروریات کے وقت ایسا کرسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر

[1] التلخيص الجير لابن حجر: ١/ ١٣١. موطا امام مالک میں اسی معنی کی روایت موجود ہے۔ ملاحظہ ہو: موطا امام مالك، كتاب القرآن، باب الامر بالوضوء لمن مس القرآن.

بھول جانے کا خطرہ ہو۔ واللہ اعلم ۔یعنی اسی طرح کی صورتِ حال میں قرآن چھوئے بغیر پڑھ سکتی ہے۔“

حالت حیض میں خانہ کعبہ کا طواف حرام ہے:

د: حالت حیض میں خانہ کعبہ کا طواف بھی حرام ہے، کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب ان کو حیض آ گیا تھا، فرمایا تھا:

((اِفۡعَلِي مَا يَفۡعَلُ الۡحَاجَّ غَيۡرَ أَلَّا تَطُوفِي بِالۡبَيۡتِ حَتّٰى تَطَهَّرِيۡ.)) [1]

”حج کے تمام ارکان ادا کرو، سوائے طواف کے، یہاں تک کہ پاک و صاف ہو جاؤ۔“

حائضہ عورت کا مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے:

ھ: حائضہ عورت کا مسجد میں ٹھہرانا حرام ہے۔ دلیل امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((فَإِنِّيۡ لَا أُحِلُّ الۡمَسۡجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ.)) [2]

”حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد حلال نہیں ہے۔“

البتہ ٹھہرے بغیر مسجد سے گزرنا اس کے لیے جائز ہے۔ دلیل ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، جس میں رسولِ اکرم ﷺ آپ سے چٹائی طلب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب تقضی الحائض المناسك کلھا الا الطواف بالبیت، رقم: ۳۰۵۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الاحرام وانہ بجوز افراد الحج والتمتع والقرآن، رقم: ۲۹۱۸.

[2] ابو داؤد، کتاب الطھارۃ، باب فی الجنب یدخل المسجد، قم: ۲۳۲۔ ابن ماجہ، ابواب الیتیم، باب ماجاء فی اجتناب الحائض المسجد، رقم: ٦٤٥.

((نَاوِلِينِى الْخُمُرَةَ مِنَ الْمَسْجِدَ، فَقُلْتُ إِنِّى حَائِضٌ، فَقَالَ: إِنَّ حَيْضَتُكِ لَيْسَتْ بِيَدِكِ.)) [1]

''مسجد سے مجھے چٹائی دے دو، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں حیض سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

(منتقی ۱ / ۱۴۰) میں اس حدیث کو امام بخاری کے علاوہ تمام اصحاب کتب ستہ کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔

تہلیل (لا الہ الا اللہ)، تکبیر (اللہ اکبر)، تسبیح (سبحان اللہ) کہنے نیز دیگر شروعی ذکر و اذکار اور دعاؤں کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح صبح و شام سوتے اور جاگتے وقت مشروع اذکار و وظائف کے پڑھنے نیز تفسیر، فقہ، حدیث وغیرہ سے متعلق علمی کتابوں کے پڑھنے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔

فائدہ اوّل: حائضہ عورت سے خارج ہونے والے صفرہ یا کدرہ (زرد یا مٹیالے رنگ کا مادہ) کا حکم:

صفرة :...... پیپ کی مانند ایک قسم کا مادہ جس پر زردی غالب ہوتی ہے۔

كدرة :......مٹیالے رنگ کے گندے پانی کی مانند ایک مادہ۔

اگر ماہواری کے ایام میں یہ دونوں مادے عورت سے خارج ہوں تو انہیں حیض ہی شمار کیا جائے گا اس پر حیض کے تمام احکام لاگو ہوں گے، اگر ایام حیض کے علاوہ دیگر ایام میں یہ دونوں مادے خارج ہوں تو عورت انہیں کچھ بھی شمار نہیں کرے گی، بلکہ اپنے

[1] صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها، رقم: ٦٨٩ـ ترمذى، ابواب الطهارة، باب الحائض تناول الشيء فى المسجد، رقم: ١٣٤ـ ابو داؤد، كتاب الطهارة، باب الحائض تناول فى المسجد، ٢٦١ـ نسائى، كتاب بدو الحيض باب استخدام الحائض، رقم: ٢٧٢ـ ابن ماجه، ابواب التيمم، باب الحائض تناول الشى من المسجد، رقم: ٦٣٢ـ

آپ کو پاک وصاف تصور کرے گی۔ دلیل ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، جس میں وہ فرماتی ہیں:

((كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ شَيْئًا.)) ❶

''ہم لوگ طہارت کے بعد زرد یا مٹیالے رنگ کے مادوں کو کچھ بھی شمار نہیں کرتے تھے۔''

اس حدیث کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے، مگر ان کے یہاں '' **بعد الطهر** '' کا لفظ نہیں ہے۔

محدثین کے نزدیک اس حدیث کو مرفوع حدیث کا حکم حاصل ہے، کیونکہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تقریری ❷ کا درجہ حاصل ہے۔ مذکورہ حدیث کا یہی حکم نکلا کہ زرد یا مٹیالے رنگ کا مادہ طہارت (پاکیزگی) سے پہلے حیض شمار کیا جائے گا، اس پر حیض کے احکامات جاری ہوں گے۔

فائدہ دوم: عورت کس طرح حیض کی انتہاء معلوم کرسکتی ہے؟

حیض کی انتہاء کو خون بند ہونے سے معلوم کیا جاسکتا ہے، اس کی دو میں سے کوئی ایک علامت ہوگی۔

پہلی علامت: سفید پانی کا خارج ہونا۔

حیض کے بعد چونے کے پانی سے مشابہ ایک سفید پانی خارج ہوتا ہے، سفید کے علاوہ کبھی دوسرے رنگ کا بھی ہوتا ہے، عورتوں کے حالات کے اختلاف سے اس پانی

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب الصفره، والکدرة فی غیر ایام الحیض، رقم: ٣٢٦۔ ابوداؤد، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی المرأة تری الصفرة والکدرة بعد الطهر، رقم: ٣٠٧۔ نسائی، کتاب بدو الحیض، باب الصفرة والکدرة، رقم: ٣٦٨۔ ابن ماجه، ابواب التمیم، باب ما جاء فی الحائض تری بعد الطهر الصفرة والکدرة، رقم: ٦٤٦.

❷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی صحابی نے کوئی عمل کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا ہو، اس کو شرعی حجت کی حیثیت حاصل ہے۔ اصطلاحی طور پر وہ تقریر کہلاتی ہے۔

کا رنگ بھی مختلف ہوتا ہے۔

دوسری علامت: خشکی، شرمگاہ میں کپڑے کا ٹکڑا یا روئی ڈال کر نکالے تو روئی یا کپڑے کا ٹکڑا بالکل خشک نکلے، اس پر نہ تو خون کا اثر ہو اور نہ ہی زرد یا مٹیالے رنگ کے مادے کا۔

حیض کا خون بند ہونے کے بعد عورت کیا کرے؟

خون بند ہونے کے بعد عورت پر غسل لازم ہے، چنانچہ طہارت کی نیت سے اپنے پورے بدن پر پانی بہائے گی، کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي.)) [1]

"جب تمہیں حیض آ جائے تو نماز ترک کر دو اور جب بند ہو جائے تو غسل کرو اور نماز پڑھو۔"

غسل کا طریقہ:

حدث (ناپاکی) دور کرنے کی یا نماز وغیرہ کے لیے طہارت (پاکی) حاصل کرنے کی نیت کرے۔ پھر بسم اللہ کہہ کر نماز جیسا وضو کرے اور تین بار ہاتھوں میں پانی لے کر سر کے بالوں میں اچھی طرح ڈالے، پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہائے، بالوں کی جڑوں کو بھی اچھی طرح تر کرے، اگر بال کی چوٹیاں بندھی ہوئی ہوں تو ان کا کھولنا ضروری نہیں ہے، بس انہیں پانی سے تر کر لے، اگر پانی کے ساتھ بیری کی پتیاں یا نظافت حاصل کرنے کی کوئی چیز استعمال کر لے تو بہتر ہے، غسل سے فراغت کے بعد

[1] صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب اقبال المحیض وادبارہ، رقم: ۳۲۵۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب المستحاضه وغسلها وصلوتها، رقم: ۷۵۳۔ ترمذی، ابواب الطهارة، باب فی المستحاضه، رقم: ۱۲۵۔ نسائی، کتاب بدو الحیض، باب ذکر الاستحاضه اقبال الدم وادبارہ، رقم: ۳۵۰۔ ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب اذا اقبلت الحیضة تدع الصلوٰة، رقم: ۲۸۲۔ ابن ماجه، ابواب التمیم، باب ما جاء فی المستحاضه التی قد عدت ایام اقرائها، رقم: ۶۲۱.

شرم گاہ کے اندر خوشبو میں بھگوئی روئی کا رکھنا مستحب ہے، کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ نے سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو اس کا حکم دیا تھا، جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ [1]

تنبیہ:

حیض یا نفاس والی عورت کا خون اگر سورج غروب ہونے سے پہلے بند ہو جائے اور عورت حیض یا نفاس سے پاک ہو جائے تو اس دن کی ظہر اور عصر دونوں نمازوں کا ادا کرنا اس پر لازم ہوگا اور طلوعِ فجر سے پہلے طہارت حاصل کرتی ہے تو اس رات کی مغرب اور عشاء دونوں نمازوں کا ادا کرنا ضروری ہوگا، کیونکہ حالت عذر میں دوسری نماز کا وقت پہلی نماز کے وقت کو بھی شامل ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ (۲۲/۴۳۴) میں لکھتے ہیں: ''اسی وجہ سے جمہور علماء جیسے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ حائضہ عورت اگر دن کے آخری حصہ میں پاک ہوتی ہے تو ظہر اور عصر دونوں نمازیں ادا کرے گی اور اگر رات کے آخری حصہ میں پاک ہوتی ہے تو مغرب و عشاء دونوں نمازیں ادا کرے گی، یہی قول سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیّدنا ابو ہریرہ اور سیّدنا عباس (رضی اللہ عنہم) سے بھی منقول ہے۔ اس لیے کہ حالت عذر میں وقت دو نمازوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے، لہٰذا اگر دن کے آخری حصہ میں پاک ہوتی ہے تو ظہر کا وقت ابھی باقی ہے، چنانچہ عصر کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز ادا کرے گی اور اگر رات کے آخری حصے میں پاک ہوتی ہے، تو حالت عذر میں مغرب کا وقت باقی ہے، چنانچہ عشاء کی نماز سے پہلے مغرب کی نماز ادا کرے گی۔

اگر کسی نماز کا وقت داخل ہو گیا اور اس نماز کی ادائیگی سے پہلے ہی عورت کو حیض یا نفاس کا خون آ گیا تو راجح قول کے مطابق اس نماز کی قضا اس پر لازم نہیں ہے جس

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب استحباب استعمال المغتسلہ من الحیض فرصۃ من مسک، رقم: ۷۵۰.

کے اول وقت کو اس نے پالیا تھا اور اس نماز کو ادا کرنے سے پہلے ہی وہ حیض یا نفاس میں مبتلا ہوگئی تھی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۲۳/۳۳۵) میں اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''دلائل کے اعتبار سے سب سے راجح امام ابوحنیفہ اور امام مالک (رحمہما اللہ) کا مذہب ہے یعنی عورت پر کچھ بھی لازم نہیں ہے کیونکہ قضاء کا وجوب ایک نئے حکم سے ثابت ہوگا اور یہاں پر کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو عورت پر قضا کو لازم قرار دیتا ہے اور اس عورت نے جائز حد تک تاخیر کی ہے، لہٰذا (اس تاخیر کی بناء پر) اس عورت کو سستی اور تساہلی سے نہیں متصف کیا جائے گا، سونے اور بھول جانے والا بھی اگرچہ سست اور متساہل نہیں قرار دیا جائے گا، لیکن یاد آ جانے یا بیدار ہوجانے کے بعد جس نماز کو وہ ادا کرے گا اس کی وہ نماز قضا نہیں شمار کی جائے گی، بلکہ اس کے حق میں نماز کا وقت یہی ہے۔''

استحاضہ اور اس کے مسائل:

استحاضہ : مقررہ وقت کے علاوہ دیگر ایام میں عاذل نامی رگ سے خون کا بکثرت خارج ہونا استحاضہ کہلاتا ہے۔ استحاضہ میں مبتلا عورت کا معاملہ قدرے پیچیدہ ہے، کیونکہ حیض اور استحاضہ کے خون میں بڑی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے۔

اگر عورت سے بالاستمرار یا بیشتر اوقات میں خون خارج ہوتا ہے تو کس خون کو وہ حیض شمار کرے گی اور کس کو استحاضہ مان کر نماز روزہ ترک نہیں کرے گی، اس لیے کہ استحاضہ والی عورت کو طاہرہ (پاک) عورت کا حکم حاصل ہے، اس کی معرفت حاصل کرنے کے لیے یہ جاننا ہوگا کہ مستحاضہ (جس کو استحاضہ آتا ہے) کی تین حالتیں ہوتی ہیں:

پہلی حالت: استحاضہ میں مبتلا ہونے سے پہلے عورت اپنی ماہواری کے ایام سے

اچھی طرح واقف تھی بایں طور کہ استحاضہ سے پہلے مہینہ کے شروع یا درمیان میں پانچ دن یا آٹھ دن علی سبیل المثال اس کو حیض آتا تھا، چنانچہ اس کو اپنے ایام حیض کی تعداد اور وقت دونوں معلوم تھے، اس طرح کی عورت اپنی عادت کے مطابق (انہی ایام اور اوقات میں) اپنے آپ کو حائضہ تصور کرے گی اور انہی ایام اور اوقات میں نماز روزہ ترک کردے گی، اس پر حیض کے تمام احکامات عائد ہوں گے، ان ایام کو مکمل کرنے کے بعد غسل کرے گی اور غسل کرکے نماز شروع کردے گی، باقی خون استحاضہ کا خون سمجھا جائے گا، کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ نے سیّدہ ام حبیبہ ﷺ سے فرمایا تھا:

((اُمْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي.)) ❶

''اتنے دن تم ٹھہری رہو، جتنے دن تم کو تمہارا حیض روکے رکھتا تھا، پھر غسل کرکے نماز ادا کرو۔''

اور آپ ﷺ نے سیّدہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

((إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَسْتَ بِالْحَيْضَة فَاِذَا أَقْبَلَتُ الْحَيْضَة فَدَعِي الصَّلَاةِ.)) ❷

''یہ ایک رگ ہے حیض نہیں ہے، جب تمہارا حیض آجائے تو نماز چھوڑ دو۔''

دوسری حالت: اگر عورت کو اپنے حیض (ماہواری) کے ایام معلوم نہ ہوں، لیکن اس کے خون امتیازی اوصاف کے حامل ہوتے ہیں، بعض خون میں حیض کے اوصاف

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب المستحاضه وغسلها وصلوتها، رقم: ۷۵۹۔ نسائی، کتاب بدو الحیض، باب المرأة تکون لها ایام معلومة تحیضها کل اشهر، رقم: ۳۵۳۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب الاستحاضه، رقم: ۳۰۶۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب المستحاضه وغسلها وصلوتها، رقم: ۷۵۳۔ ترمذی، ابواب الطهارة، باب فی المستحاضه، رقم: ۱۲۹۔ نسائی، کتاب بدو الحیض، باب الفرق بین دم الحیض والاستحاضه، رقم: ۳٦٤۔ ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب اذا قبلت الحیضة تدع الصلوٰة، رقم: ۲۸۲۔ ابن ماجه، ابواب التمیم، باب ما جاء فی المستحاضه التی قد عدت ایام اقرائها، رقم: ٦۲۱.

پائے جاتے ہوں، بایں طور کہ سیاہ رنگ کا ہو یا گاڑھا یا بدبودار ہو اور بقیہ خون میں حیض کے اوصاف نہ پائے جاتے ہوں، بایں طور کہ سرخ رنگ کا ہو یا بدبودار اور گاڑھا نہ ہو، اس طرح کی صورتِ حال میں جس خون کے اندر حیض کی صفت پائی جائے گی اسے حیض شمار کیا جائے گا، لہٰذا عورت اس مدت میں اپنے آپ کو حائضہ تصور کر کے نماز روزہ ترک کر دے گی، اس کے علاوہ باقی خون کو استحاضہ کا خون شمار کیا جائے گا، جس خون میں حیض کی صفت پائی جائے گی، اس کے بند ہونے پر غسل طہارت کر کے عورت نماز اور روزہ شروع کر دے گی اور اپنے آپ کو پاک و صاف تصور کرے گی۔

رسولِ اکرم ﷺ نے سیّدہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تھا:

((إِذَا كَانَ دم الْحَيْضُ فَإِنَّهُ أَسْوَدُ يُعْرَفُ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ فَإِذَا كَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّأِى وَصَلِّي)) ❶

''اگر حیض کا خون ہوگا تو وہ سیاہ معروف ہوگا، لہٰذا تم اس خون میں نماز سے رک جاؤ اور اگر اس کے برعکس دوسری طرح کا ہو تو تم وضو کر کے نماز پڑھو۔''

اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام نسائی رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔ امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استحاضہ والی عورت خون کے اعتبار کر کے حیض و عدم حیض کے درمیان تفریق کرے گی۔

تیسری حالت: یہ ہے کہ عورت کو اپنی ماہواری کے ایام کا پتہ ہی نہ ہو، یعنی پہلے سے اس کی کوئی عادت ہی نہ ہو اور خون میں بھی کوئی ایسا وصف نہ پایا جاتا ہو، جس کے ذریعے حیض اور عدم حیض کے درمیان تفریق کر سکتی ہو تو وہ حیض کی اکثر مدت ہر مہینہ میں چھ یا سات دن حیض کا شمار کرے گی، کیونکہ یہی بیشتر عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے سیّدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

---

❶ ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب اذا اقبلت الحيضة تدع الصلوٰة، رقم: ٢٨٦۔ نسائی، کتاب بدو الحيض، باب الفرق بين دم الحيض والاستحاضه، رقم: ٣٦٢۔

((إِنَّمَا هِيَ رِكْضَةٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ فَتَحِيَّضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ ثُمَّ اغْتَسِلِي فَإِذَا اسْتَنْقَأْتِ فَصَلِّي أَرْبَعَةً وَّعِشْرِيْنَ أَوْ ثَلَاثَةً وَّعِشْرِيْنَ وَصُوْمِي وَصَلِّي فَإِنَّ ذٰلِكَ يُجْزِئُكِ وَكَذٰلِكِ فَافْعَلِي كَمَا تَحِيْضُ النِّسَاءُ.)) ❶

"یہ شیطان کی جانب سے ایک دھوکا ہوتا ہے، لہٰذا چھ دن یا سات دن حیض کے ہے تو ۲۴ یا ۲۳ دن نماز پڑھو، روزہ رکھو اور نوافل پڑھو (یعنی اپنے آپ کو پاک تصور کرو) بلاشبہ یہی تمہارے لیے کافی ہے، ایسے ہی (ہر ماہ) تم کرو، جس طرح عام عورتیں حیض میں ہوتی ہیں۔"

اس حدیث کو ائمہ خمسہ یعنی امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

سابقہ کلام کا ماحصل یہ ہے کہ صاحب عادت عورت اپنے معاملہ کو اپنی عادت پر محمول کرے گی یعنی اپنی سابقہ عادت کے ذریعہ حیض عدم حیض میں تفریق کرے گی۔ صاحب تمیز عورت حیض و استحاضہ کے خون میں تفریق و تمیز پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کرے گی اور ایسی عورت جو نہ تو صاحب عادت ہو اور نہ صاحب تمیز ہو وہ چھ یا سات دن (ہر مہینہ میں) حیض میں شمار کرے گی، اسی طرح مستحاضہ عورت کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے وارد تینوں قسم کی احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"استحاضہ کی جو علامات بیان کی جاتی ہیں وہ چھ ہیں یا تو عادت ہوگی اور یہی قوی ترین علامت ہے، کیونکہ اصلاً حیض کا پایا جانا ہے نہ کہ کسی دوسری

❶ ترمذی، ابواب الطهارة، باب فی المستحاضه انها تجمع بین الصلوتین یغسل واحد، المسند لامام الاحمد، رقم الحدیث: ١٠/ ٢٧٢١٤ـ ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب اذا اقبلت الحیضة تدع الصلوٰة، رقم ٢٨٧ـ نسائی، کتاب بدوا الحیض، باب ذکر الاقرآء، رقم: ٣٥٦ـ ابن ماجه، ابواب التمیم، باب ما جاء فی البکر اذا ابتدأت مستحاضه، رقم: ٦٢٧.

چیز، یا تمیز نہ ہوگی کیونکہ سیاہ گاڑھے بدبودار خون کا حیض ہونا زیادہ اقرب ہے۔ بہ نسبت سرخ خون کے یا عورتوں کی جو عموماً عادت ہوتی ہے، اس کا اعتبار ہوگا کیونکہ اصل یہ ہے کہ کسی تنہا فرد کو اکثریت و اغلبیت کے ساتھ شامل کیا جائے گا، یہ تینوں علامات ایسی ہیں جن کا احادیث اور قیاس و تجربہ سے پتہ چلتا ہے۔''

اس کے بعد موصوف رحمہ اللہ نے باقی تین علامتوں کو بیان کیا ہے اور آخر میں لکھتے ہیں:

''اس سلسلے میں صحیح ترین قول یہی ہے کہ انہی علامتوں کا اعتبار کیا جائے جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں، ان کے علاوہ دیگر علامتوں کو لغو قرار دے دیا جائے گا۔''

مستحاضہ کو طاہر ماننے کی صورت میں کیا کرنا ہوگا؟

(۱: سابقہ تفصیلات کے مطابق اعتبار کیے گئے حیض کے خاتمہ پر عورت پر غسل (طہارت) واجب ہوگا۔

(۲: خارج ہونے والے خون کی صفائی کے لیے ہر نماز کے وقت اپنی شرمگاہ کو دھوئے گی اور اس جگہ روئی وغیرہ رکھ کر بہنے والے خون کو روکے گی اور روئی کو گرنے سے بچانے کے لیے کوئی چیز (لنگوٹ) باندھ لے یا انڈرویئر استعمال کرے گی پھر نماز کے وقت وضو کرے گی کیونکہ مستحاضہ عورت کے بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((تَدَعَ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ.)) [1]

---

[1] ترمذی، ابواب الطهارة، باب ماجاء ان المستحاضه تتوضأ لكل صلوٰة، رقم: ۱۲۶۔ ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب فی المرأة تستحاض ومن قال تدع الصلوٰة، رقم: ۲۷۵۔ ابن ماجه، ابواب التيمم، باب ما جاء فی المستحاضه التی قد عدت ايام اقرائها، رقم: ۶۲۴۔

''حیض کے ایام میں نماز ترک کردے گی، پھر غسل (طہارت) کرے گی اور ہر نماز کے وقت وضو کرے گی۔''

اس حدیث کو ابو داؤد، ابن ماجہ اور ترمذی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

مزید آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسَفَ تُحَشِّينَ بِهِ الْمَكَانَ.)) ❶

''کرسف رکھنے کا طریقہ تم کو بتاتا ہوں، اس کے ذریعہ اس جگہ کو بھردو۔''

کرسف :......روئی کو کہتے ہیں اور آج کے زمانے میں پائے جانے والے طبی کیئر فری (Care Free) کا استعمال بھی ممکن ہے۔

نفاس اور اس کے مسائل:

نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو رحم مادر سے ولادت کے وقت اور ولادت کے بعد خارج ہوتا ہے، درحقیقت وہ حمل کے وقت رحم میں رکے ہوئے خون کا بچا ہوا حصہ ہوتا ہے، ولادت کے بعد آہستہ آہستہ یہ بچا ہوا خون خارج ہوتا ہے، ولادت سے پہلے جو خون آثار ولادت کے ساتھ دکھلائی دیتا ہے وہ نفاس ہی کا خون ہوتا ہے۔فقہائے کرام نے ولادت سے پہلے دو یا تین دن کی قید لگائی ہے، عموماً نفاس کی ابتداء ولادت کے ساتھ ہوتی ہے اور (ولادت کے سلسلے میں) اسی ولادت کا اعتبار ہوگا جس میں انسان کی تخلیق نمایاں ہوجاتی ہے، اقل مدت جس میں انسان کی تخلیق واضح ہوجاتی ہے۔ ۸۱ دن اور اکثر مدت تین مہینے ہے۔ اگر اس مدت سے پہلے کوئی چیز عورت سے ساقط ہوتی ہے اور اس کے ساتھ خون بھی آجاتا ہے تو اس پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گی، اس خون کی وجہ سے وہ نماز روزہ ترک نہیں کرے گی، کیونکہ یہ فاسد خون ہے، لہٰذا اس

❶ ترمذی، ابواب الطهارة، باب فی المستحاضه انها تجمع بين الصلوتين بغسل واحد، رقم: ۱۲۸۔ ابن ماجه، ابواب التميم، باب ما جاء فی المستحاضه التی قد عدت ايام اقرائها، رقم: ۶۲۲۔

عورت کا حکم وہی ہوگا جو ایک مستحاضہ عورت کا ہوتا ہے۔

عموماً نفاس کی اکثر مدت ابتدائے ولادت یا اس سے دو یا تین دن پہلے (جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے) سے چالیس دن ہے۔ دلیل سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، فرماتی ہیں:

((كَانَتِ النَّفَسَاءُ تَجلِسُ عَلٰى عَهدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَربَعِينَ يَومًا.)) ❶

''نفاس والی عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چالیس دن (نفاس میں) بیٹھا کرتی تھیں۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اس پر اہل علم کا اجماع ہے، اگر چالیس دن سے پہلے عورت پاک ہو جائے بایں طور کہ خون کا آنا بند ہو جائے تو وہ غسل (طہارت) کر کے نماز شروع کر دے گی۔ اس کے اقل مدت کی کوئی حد نہیں ہے کیونکہ اس سلسلے میں کوئی حد وارد نہیں ہوئی ہے اور اگر چالیس دن مکمل ہو جائیں اور خون کا آنا بند نہ ہو تو اگر یہ اس کے حیض کی سابقہ عادت کے موافق ہو تو اسے حیض مانا جائے گا اور اگر حیض کی سابقہ عادت کے مطابق نہ ہو اور خون کا سلسلہ برابر جاری ہو تو اسے استحاضہ کا خون تصور کیا جائے گا، اس خون کی وجہ سے چالیس دن کے بعد عبادت ترک نہیں کرے گی۔ اگر چالیس دن سے بڑھ جائے اور خون کا سلسلہ برابر جاری بھی نہ ہو اور حیض کی سابقہ عادت کے مطابق بھی نہ ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

نفاس کے احکام:

نفاس کے بھی وہی احکام ہیں جو حیض کے ہیں۔ ان کو ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے:

❶ ترمذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی کم تمکث النفساء، رقم: ۱۳۹۔ ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی وقت النفساء، رقم: ۳۱۱۔ ابن ماجه، ابواب التیمم، باب النفساء کم تجلس، رقم: ٦٤٨.

۱) نفاس والی عورت سے وطی (جماع) حرام ہے، جس طرح حائضہ سے حرام ہے، وطی کے علاوہ ہر طرح سے استمتاع (لطف اندوز ہونا) مباح ہے۔

۲) نفاس والی عوت کا حائضہ کی طرح نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور کعبہ کا طواف کرنا حرام ہے۔

۳) قرآنِ کریم کا چھونا یا پڑھنا حرام ہے، اگر بھول جانے کا خدشہ لاحق ہو تو حائضہ کی طرح مصحف کو چھوئے بغیر قرآنِ کریم پڑھ سکتی ہے۔

۴) نفاس کی وجہ سے چھوڑے ہوئے فرض روزوں کی قضاء حائضہ کی طرح نفاس والی عورت پر بھی واجب ہے۔

۵) نفاس کے خاتمہ پر غسل (طہارت) واجب ہے، جس طرح حائضہ پر حیض کے بعد غسل (طہارت) واجب ہے۔

دلائل:

سیّدنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''نفاس والی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چالیس دن بیٹھا کرتی تھی۔'' ❶

شیخ مجد ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) منتقى الاخيار (۱ / ۱۸٤) میں لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں حدیث کے معنی ہیں نفاس والی عورت کو چالیس دن تک بیٹھنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ یہ معنی اس لیے کہ کسی بھی ایک زمانہ کی عورتوں کا نفاس یا حیض میں متفق ہونا ناممکن ہے۔''

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ازواجِ مطہرات (رضی اللہ عنہن) میں سے کوئی چالیس (دن) رات تک

---

❶ ترمذی، ابواب الطهارة، باب ما جاء فی تمکث النفساء، رقم: ۱۳۹۔ ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی وقت النفساء، رقم: ۳۱۱۔ ابن ماجه، ابواب التيمم، باب النفساء کم تجلس، رقم: ٦٤٨.

نفاس میں بیٹھتی تھیں، نبی کریم ﷺ حالت نفاس کی (چھوڑی ہوئی) نمازوں کی قضاء کا انہیں حکم نہیں دیتے تھے۔'' ❶

فائدہ:...... نفاس کا خون اگر چالیس دن سے پہلے بند ہو جاتا ہے اور عورت (طہارت کا) غسل کر کے نماز روزہ شروع کر دیتی ہے، اس کے بعد چالیس دن سے پہلے دوبارہ خون آ جاتا ہے تو صحیح مسلک یہ ہے کہ اسے نفاس ہی کا خون سمجھا جائے گا، درمیان میں حاصل ہونے والے طہر (پاکی کے ایام) میں اس نے جو روزے رکھے تھے وہ صحیح ہوں گے ان کی قضاء کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ❷ ملاحظہ ہو:

[مجموع فتاویٰ الشیخ محمد بن ابراہیم (۱۰۲/۲)، فتاویٰ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ مطبوع در مجلّہ الدعوۃ (۴۴/۱)، حاشیہ ابن قاسم علی شرح الزاد (۴۰۵/۱)، **الدماء الطبیعیة للنساء** (عورتوں کے طبعی خون) مؤلفہ محمد بن صالح العثیمین (صفحہ نمبر: ۵۶/۵۵)، الفتاویٰ السعدیۃ (ص: ۱۳۷)]

فائدہ:...... شیخ عبدالرحمٰن ابن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سابقہ تمام تفصیلات سے واضح ہوا کہ نفاس کے خون کی علت ولادت ہے، استحاضہ کا خون بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایک عارضی اور وقتی خون ہے اور حیض کا خون یہی اصل خون ہے۔ واللہ اعلم۔''

(ملاحظہ ہو کتاب ارشاد اولی الابصار والالباب، ص: ۲۴)

مانع حیض دواؤں کا استعمال:

مانع حیض دواؤں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ صحت کے لیے مضر نہ ہو۔ دواء استعمال کرنے کے بعد اگر حیض نہیں آتا تو عورت نماز پڑھے گی، روزہ رکھے

---

❶ ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب ما جاء في وقت النفساء، رقم: ٣١٢.

❷ آپ کی عبارت یوں ہے: ((وتقضي الصوم دون الصلاة.)) ...... ''یعنی روزے کی قضاء کرے گی نہ کہ نماز کی۔'' یہ مجمل کلام ہے۔ قضاء کیے جانے والے روزہ کی وضاحت اس میں نہیں ہے، آیا وہ روزہ مراد ہے جو اس نے درمیانی طہر میں رکھے تھے یا وہ روزہ ہے جو اس نے دوبارہ خون آ جانے کے بعد ترک کیا تھا اور شاید یہی روزہ مقصود ہے۔

گی، طواف بھی کرے گی، اس کے تمام اعمال عبادات اسی طرح صحیح اور درست ہوں گے جس طرح ایک پاک و طاہر عورت کے صحیح اور درست ہوتے ہیں۔

اسقاطِ حمل کا حکم:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے رحم میں جو حمل قرار پاتا ہے شرعی نقطہ نظر سے ایک مسلمان عورت اس کی امین اور محافظ ہوتی ہے، لہٰذا اسے چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ (البقرۃ: ۲۲۸)

”انھیں حلال نہیں کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو پیدا کیا ہے اسے وہ چھپائیں اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان ہے۔“

کسی بھی طریقے اور وسیلے سے اسے ساقط کرنے یا اس سے نجات حاصل کرنے کی خاطر بہانہ بازی سے کام نہ لے، اگر حالت حمل میں روزہ اس کے لیے باعث مشقت یا مضر ثابت ہو رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مہینے میں اسے افطار کی رخصت اور اجازت مرحمت فرمائی ہے، موجودہ زمانہ میں اسقاطِ حمل کا رواج چل پڑا ہے، دراصل یہ ایک حرام کام ہے، اگر حمل میں روح پڑ گئی ہے اور اسقاط کی وجہ سے اس کی جان چلی گئی تو یہ ایک ایسے نفس کے قتل کے مترادف ہے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس پر فوج داری قانون کے مطابق احکامات لاگو ہوں گے۔ دیت (خون بہا) کی تفصیلات کی روشنی میں اس پر دیت واجب ہوگی۔ بعض ائمہ کے قول کے مطابق کفارہ بھی واجب ہوگا، یعنی ایک مومن گردن (غلام) آزاد کرے، اگر مومن گردن نہ پائے تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے۔

بعض اہل علم نے اس عمل کو موؤدۃ صغریٰ (چھوٹے پیمانہ پر زندہ درگور کرنا) مانا

ہے۔شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ اپنے مجموع فتاویٰ (۱۱/۱۵۱) میں لکھتے ہیں:

''جب تک حمل کی موت متحقق نہ ہو جائے اس کو ساقط کرانا جائز نہیں ہے، ہاں اگر موت متحقق ہوگئی ہوتو جائز ہے۔''

سعودی عرب کے کبار علماء بورڈ نے اپنے اجلاس نمبر ۱۴۰، بتاریخ ۲۰/۶/۱۴۰۷ھ میں مندرجہ ذیل قرارداد پاس کی ہے:

۱: کسی بھی مرحلہ میں اسقاط حمل جائز نہیں ہے، سوائے شرعی وجہ جواز پائے جانے کی صورت میں، وہ بھی نہایت محدود دائرہ میں حمل کا اسقاط جائز ہے۔

۲: اگر حمل ابتدائی مرحلے میں ہو یعنی چالیس دن کے اندر ہو اور اس کی مدت میں اسقاط کا سبب اولاد کی تعلیم و تربیت کی پریشانی اور مشقت کا خوف ہو یا ان کے معاش اور تعلیم و تربیت کے اخراجات سے عجز و تہی دامنی کا خوف یا ان کے مستقبل کے خراب ہونے کا خدشہ ہو یا زوجین اپنے موجودہ بال بچوں پر اکتفا کرنا چاہتے ہوں تو ان تمام صورتوں میں اسقاط حمل جائز نہیں ہے۔

۳: اگر حمل خون کا یا گوشت کا لوتھڑا ہو اس صورت میں بھی اسقاطِ حمل جائز نہیں ہے، البتہ کوئی قابل اعتماد طبی کمیٹی یہ فیصلہ کر دے کہ حمل کا برقرار رہنا ماں کی سلامتی کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ بایں طور کہ حمل کے باقی رہنے میں اس کی موت کا اندیشہ ہو تو خطرے کے ازالے کے لیے تمام وسائل و ذرائع کو بروئے کار لانے اور اس میں ناکامی کے بعد اسقاطِ حمل جائز ہے۔

۴: تیسرے مرحلے کے بعد یعنی چار مہینے مکمل ہوجانے کے بعد حمل کا اسقاط بالکل حرام ہے، البتہ قابل اعتماد اسپیشلسٹ ڈاکٹروں کی ٹیم یہ فیصلہ دیدے کہ جنین کا ماں کے پیٹ میں برقرار رہنا اس کی موت کا سبب بن سکتا ہے تو اس کی زندگی کو بچانے کے لیے تمام وسائل و ذرائع اختیار کرنے کے بعد ناکامی کی صورت میں اسقاطِ حمل جائز ہے۔

مذکورہ شرائط کے ساتھ اسقاطِ حمل کے اقدام کی جو اجازت دی گئی ہے وہ محض دو ضرر میں سے بڑے ضرر کو دور کرنے اور دو مصلحتوں میں سے بڑی مصلحت کو حاصل کرنے کے لیے دی گئی ہے۔ اجلاس مذکورہ قرارداد کو پاس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اس معاملہ میں کافی احتیاط اور تثبت اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

((وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ.))

کتاب الدماء الطبیعیة للنساء (عورتوں کے طبعی خون) مولفہ شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ میں مذکور ہے:

''اسقاطِ حمل سے اگر حمل کو ضائع کرنا مقصود ہے تو یہ عمل روح پھونک دیے جانے کے بعد بلا شک وشبہ حرام ہے، کیونکہ یہ ایک حرام کردہ نفس کا ناحق قتل ہے، جو کتاب وسنت اور اجماع سے حرام ہے۔'' (صفحہ نمبر: ٦٠)

امام ابن الجوزی اپنی کتاب احکام النساء (ص: ١٠٨۔١٠٩) میں لکھتے ہیں:

''جب نکاح کا مقصد طلب اولاد ہے اور ہر نطفہ سے اولاد کا ہونا ضروری نہیں ہے، لہٰذا حمل قرار پانے کے بعد مقصد حاصل ہو جاتا ہے اس لیے قصداً حمل کا اسقاط مطلوبہ حکمت کی مخالفت ہے۔ ہاں اگر حمل ابتدائی مرحلے میں ہو تو روح ڈالے جانے سے پہلے اس کا اسقاط گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ وہ بھی آہستہ آہستہ بتدریج کمال وتمام کی جانب بڑھ رہا تھا، البتہ اس صورت میں بنسبت جان پڑ جانے کے بعد اسقاطِ حمل سے کم گناہ ہے کیونکہ جان پڑ جانے کے بعد بالقصد اسقاطِ حمل ایک مومن کی جان لینے کی مانند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ٥ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ٥ ﴾

(التکویر: ٨۔٩)

’’اور جب زندہ گاڑھی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی۔‘‘

لٰہذا ایک مسلمان عورت کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور کسی بھی مقصد کے پیش نظر اس جرم کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے اور اس طرح کے گمراہ کن پروپیگنڈوں اور ناروا رسم ورواج سے جن کی بنیاد نہ تو عقل پر ہے اور نہ دین پر، فریب نہیں کھانا چاہیے۔

باب چہارم:

لباس اور پردے کے مسائل

مسلم خاتون کا شرعی لباس اور اس کے اوصاف:

۱) ایک مسلمان عورت کے لباس کا کامل ہونا ضروری ہے جو نامحرم مردوں سے اس کے پورے جسم کو مکمل پردے میں چھپا کر رکھے اور محرم لوگوں کے سامنے جسم کے صرف انہی حصوں کو ظاہر کرسکتی ہے، جن کے ظاہر کرنے کا عموماً رواج پایا جاتا ہے، یعنی وہ ان کے سامنے صرف اپنے چہرے، اپنی دونوں ہتھیلیوں اور قدموں کو ظاہر کرسکتی ہے۔

۲) لباس کا اس طرح ہونا ضروری ہے کہ جسم نظر نہ آئے، ایسا باریک نہ ہو کہ اس کے نیچے سے عورت کی جلد کا رنگ ظاہر ہو۔

۳) ایسا تنگ اور چست نہ ہو کہ اس کے اعضاء کی ساخت نمایاں ہو، چنانچہ صحیح مسلم میں رسولِ اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صِنۡفَانِ مِنۡ أَهۡلِ النَّارِ لَمۡ أَرَهُمَا: نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلَاتٌ مُمِيلَاتٌ رُؤُوسُهُنَّ مِثۡلَ أَسۡنِمَةِ الۡبُخۡتِ لَا يَدۡخُلۡنَ الۡجَنَّةَ وَلَا يَجِدۡنَ رِيحَهَا، وَرِجَالٌ مَّعَهُمۡ سِيَاطٌ كَأَذۡنَابِ الۡبَقَرِ يَضۡرِبُونَ بِهَا عِبَادَ اللّٰهِ.)) [1]

”جہنمیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے دیکھا نہیں ہے، ایک قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی، مٹک مٹک کر، مونڈھوں اور

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات، رقم: ۵۵۸۲.

کولھوں کو ہلا ہلا کر چلنے والی ہوں گی، ان کے سر اونٹ کے کوہان کی مانند ہوں گے وہ جنت میں نہ تو داخل ہو پائیں گی اور نہ ہی انہیں جنت کی خوشبو ملے گی، دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، جن سے وہ اللہ کے بندوں کو ماریں گے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۱۴۶/۲۲) میں فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ مبارک (**کاسیات عاریات**) کی ایک تفسیر یہ بھی بتلائی گئی ہے کہ غیر ساتر لباس پہنے ہوں گی بظاہر وہ لباس پہنے ہوں گی لیکن حقیقتاً ننگی ہوں گی مثال کے طور پر وہ خواتین جو ایسا باریک لباس استعمال کرتی ہیں جس سے ان کی جلد جھلکتی ہے یا ایسا تنگ لباس پہنتی ہیں جو ان کے جسم کی ساخت اور جوڑ جوڑ یعنی پچھلے حصہ، بازوؤں وغیرہ کو ظاہر کرتا ہے، حالانکہ عورت کا لباس ایسا موٹا اور کشادہ ہونا چاہیے کہ مکمل طور پر اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو اور نہ اس کے اعضاء کی ساخت نمایاں ہو۔''

(۴) لباس میں مردوں سے مشابہت نہ اختیار کرے، کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ نے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی اور ان کے طور طریقے کو اپنانے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ لباس میں مردوں سے مشابہت اختیار کرنے کی شکل یہ ہے کہ خواتین ایسے لباس اور کپڑے استعمال کریں اور پہنیں جو ہر معاشرے میں عموماً نوعیت اور صفات کے لحاظ سے مردوں کے لیے مخصوص ہوں۔

مرد وزن کے لباس میں فرق:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۱۴۸/۲۲، ۱۴۹، ۱۵۵) میں لکھتے ہیں:

''مرد و زن کے لباس میں فرق کا انحصار اس امر پر ہے کہ کون سا لباس

مردوں کے لیے درست ہوسکتا ہے اور کس قسم کا لباس عورتوں کے حق میں مناسب ہوسکتا ہے، لہٰذا مرد جس چیز کے مامور ہیں اس کے مناسب لباس مردوں کا ہوگا اور خواتین جس چیز کی مامور ہیں اس کے مطابق لباس عورتوں کا ہوگا، خواتین پردہ نشینی اور پوشیدگی میں رہنے کی مامور ہیں نہ کہ بے پردگی اور کھلے طور پر رہنے کی، یہی وجہ ہے کہ اذان، تلبیہ میں آواز بلند کرنا، صفا ومروہ چڑھنا اور حالت احرام میں مردوں کی طرح کپڑوں سے مجرد ہونا عورتوں کے لیے مشروع نہیں ہے۔

حالت احرام میں مردوں کو سر کھلا رکھنے اور معتاد لباس نہ پہننے کا حکم دیا گیا ہے، معتاد لباس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے کپڑے جو انسانی جسم واعضاء کی ساخت کے مطابق سلے گئے ہوں، لہٰذا مرد نہ تو قمیص پہن سکتے ہیں اور نہ پائجامہ اور نہ ہی برنس (ایسا لباس جس میں سر کو ڈھانکنے کے لیے ٹوپی بھی لگی ہوئی ہو) اور نہ ہی موزے۔‘‘

مزید لکھتے ہیں:

’’لیکن عورت کو کسی لباس سے منع نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ اسے پردہ اور حجاب کا پابند بنایا گیا ہے، لہٰذا اس کے لیے کوئی ایسی چیز مشروع نہیں کی گئی ہے، جو حجاب اور پردہ کے مخالف ہو، ہاں نقاب لگانے اور دستانہ پہننے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ایسا لباس ہے جو عضو کی ساخت کے مطابق بنایا گیا ہے اور عورت کو اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔‘‘

اس کے بعد یہ ذکر کرتے ہوئے کہ محرم عورت اپنے چہرہ کو مردوں سے نقاب کے علاوہ کسی دوسری چیز سے چھپائے رکھے گی، آخر میں لکھتے ہیں:

’’جب یہ بات واضح ہوگئی کہ مردوں اور عورتوں کے لباس میں فرق ضروری ہے، جس کے ذریعہ مرد وزن میں تمیز کی جاسکے اور یہ کہ عورتوں

کے لباس میں اتنا حجاب اور پردہ ہو کہ اس سے مقصود حاصل ہو جائے تو اس باب میں اصل بات بھی واضح ہوگئی اور معلوم ہو گیا کہ ایسا لباس جس کو غالبًا مرد ہی پہنتے ہیں وہ عورت کے لیے ممنوع ہوگا۔''

آ گے مزید لکھتے ہیں:

''لباس میں بے پردگی اور مردوں سے مشابہت دونوں ہی جمع ہو جائیں تو دونوں اعتبار سے وہ لباس خواتین کے حق میں ممنوع ہوگا۔''

لباس میں ایسی زیب و زینت نہ ہو کہ گھر سے باہر نکلتے وقت عورت مردوں کی توجہ کا مرکز بن جائے اور اس کی وجہ سے اس کا شمار اجنبی مردوں کے سامنے اپنی زیب و زینت کا اظہار کرنے والی بے حیا عورتوں میں ہو۔

حجاب (پردہ):

حجاب کے معنی ہیں عورت نامحرم لوگوں سے اپنے پورے جسم کو پردے میں رکھے۔

اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ اَوْ آبَائِهِنَّ اَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ ط ﴾

(النور: ۳۱)

''اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں ڈالے رہیں اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے۔''

اور ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ﴾

(الاحزاب : ۵۳)

”جب تم نبی ﷺ کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔“

مذکورہ آیت میں حجاب سے مراد ایسی دیوار، دروازہ یا لباس ہے جو عورت کو پردے میں رکھے۔ آیت اگرچہ ازواجِ مطہرات کے حق میں نازل ہوئی ہے، لیکن اس کا حکم تمام مومنات کو عام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی علت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ﴾ (الاحزاب : ۵۳)

”تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے کامل پاکیزگی یہی ہے۔“

یہ ایک علت ہے، لہٰذا علت کا عموم حکم کے عموم کی دلیل ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ﴾ (الاحزاب : ۵۹)

”اے نبی (ﷺ)! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۲۲/۱۱۰، ۱۱۱) میں رقم طراز ہیں:

”مذکورہ آیت کریمہ میں وارد لفظ جلباب کے معنی ہیں دوہری چادر جس کو سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر علم رداء (چادر) اور عوام ازار کہتے ہیں۔ حقیقتاً جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو سر سمیت عورت کے پورے بدن کو ڈھانپ لے۔ سیّدنا ابو عبیدہ وغیرہ کا بیان ہے کہ اسے اپنے سر کے اوپر سے اس طرح ڈال لے گی کہ سوائے آنکھ کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو،

اسی قبیل سے نقاب بھی ہے۔''

نامحرم لوگوں کے سامنے عورت کا اپنے چہرہ کو چھپانا بھی ضروری ہے۔ احادیث میں اس کے وجوب پر متعدد دلائل ہیں، جن میں سے ایک دلیل سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث بھی ہے، وہ فرماتی ہیں:

((كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُحَرَّمَاتٍ فَإِذَا حَاذُوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ.)) ❶

''سواروں کا قافلہ ہم سے گزرتا اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں ہوتی تھیں تو جب وہ ہمارے بالکل بالمقابل ہوجاتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنے جلباب (چادر) کو اپنے سر سے اپنے چہرہ پر ڈال لیتی اور جب وہ آگے بڑھ جاتے تو ہم اپنے چہروں کو کھول لیتی تھیں۔''

نامحرم لوگوں کے سامنے چہرہ چھپانے کے وجوب پر کتاب وسنت میں بے شمار دلائل ہیں، اس سلسلے میں اپنی اسلامی بہنوں کو مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں:

☆ رسالة الحجاب واللباس فی الصلاة. مؤلفہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

☆ رسالة الحجاب. مولفہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ

☆ رسالة الصارم المشهور علی المفتونین بالسفور. مولفہ شیخ حمود بن عبداللہ تویجری

☆ رسالة الحجاب. (یعنی پردہ) مولفہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

ان تمام کتابوں میں متعلقہ موضوع پر کافی وشافی بحث کی گئی ہے۔

اسلامی بہنوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جن علماء نے چہرے کو کھلا رکھنے کی اجازت دی ہے، باوجودیکہ ان کا قول مرجوح ہے انھوں نے اس اجازت کو شر وفساد سے امن و

❶ المسند للامام احمد، رقم الحديث: ٢٤٠٧٥/٩ـ ابو داؤد، كتاب المناسك، باب فی المحرمة تغطی وجهها، رقم: ١٨٣٣ـ ابن ماجه، ابواب المناسك، باب المحرمة تسدل الثوب علی وجهها، رقم: ٢٩٣٥.

سلامتی کے ساتھ مقید کیا ہے اور صورتِ حال یہ ہے کہ پورا معاشرہ فتنہ وفساد سے غیر محفوظ ہے، خصوصاً آج کے دور میں، جب کہ خواتین اور مردوں میں دینی لگام باقی نہیں رہی۔ شرم و حیاء کا فقدان ہوتا جارہا ہے، فتنہ و فساد کی دعوت دینے والوں کی کثرت ہے، شر وفساد کو ہوا دینے والے مختلف قسم کے زیورات سے اپنے چہروں کو آراستہ کرنے کی خواتین شوقین ہوتی جارہی ہیں۔

لہٰذا اسلامی بہنوں کو ان تمام امور سے پرہیز کرنا چاہیے اور پردے کا التزام کرنا چاہیے۔ ان شاء اللہ یہ انھیں ہر طرح کے فتنہ اور شر سے محفوظ و مامون رکھے گا، سلف و خلف میں سے کسی بھی معتبر عالم نے فتنوں کی شکار ان خواتین کے لیے ان امور کی قطعی اجازت نہیں دی ہے، جن میں وہ گرفتار ہیں۔ بہت سی مسلمان عورتیں پردہ کے بارے میں نفاق سے کام لیتی ہیں کہ جب وہ کسی ایسی سوسائٹی میں ہوتی ہیں جہاں پردے کا التزام کیا جاتا ہے تو پردہ کرتی ہیں اور جب کسی ایسی سوسائٹی میں جاتی ہیں جہاں پردے کا التزام نہیں کیا جاتا ہے تو پردے سے باہر ہوجاتی ہیں۔

اور بہت سی ایسی بھی عورتیں ہیں جو عام جگہوں پر تو پردہ کرتی ہیں، مگر جب وہ دکانوں یا اسپتالوں میں داخل ہوتی ہیں یا کسی جوہری (Jeweller) یا لیڈیز ٹیلر سے گفتگو کرتی ہیں تو اپنے چہرے اور بازوؤں کو اس طرح کھول دیتی ہیں گویا اپنے شوہروں یا اپنے محرم لوگوں کے پاس ہیں، ایسی خواتین کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ بیرونِ ملک سے آنے ولی بہت سی عورتوں کو جہازوں میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ بے پردہ ہوتی ہیں اور اس ملک (سعودی عرب) کے کسی ایئر پورٹ پر جہاز کے اترتے ہی نقاب اوڑھ لیتی ہیں گویا ان کی نظر میں پردے کا تعلق عادات اور رسم و رواج سے ہے کوئی دینی حکم نہیں ہے۔

اسلامی بہنوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ پردہ انھیں زہر آلود نگاہوں سے تحفظ فراہم کرتا ہے، جو بیمار دلوں اور انسان نما بھیڑیوں سے صادر ہوتی ہیں اور ان سے ہیجان

انگیز حرص وطمع کا ربط وتعلق کاٹ کر رکھ دیتا ہے، لہٰذا اسلامی بہنوں کو پردے کا التزام کرنا چاہیے اور ان باطل پروپیگنڈوں پر کوئی توجہ نہیں دینی چاہیے جو پردے کی مخالفت میں یا پردے کی اہمیت کو کم کرنے کے لیے کیے جاتے ہیں، کیونکہ یہ عورتوں کے حق میں خیر خواہ نہیں بلکہ بدخواہ ہیں۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ٥ ﴾

(النساء: ٢٧)

''اور جو لوگ خواہشات نفس کے پیرو ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم مکمل طریقے سے جھک جاؤ۔''

باب پنجم:

نماز سے متعلق عورتوں کے مخصوص مسائل

ہر مسلمان عورت پر پنج وقتہ نماز ان کے متعینہ اوقات میں شرائط وارکان اور واجبات کی مکمل رعایت کرتے ہوئے پابندی کے ساتھ ادا کرنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات (رضی اللہ عنہن) کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ ﴾ (الاحزاب: ۳۳)

''اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔''

یہ حکم تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے، نماز اسلام کا دوسرا رکن اور دین کا ایک اہم ستون ہے۔ نماز کا ترک کرنا ایک ایسا کفریہ عمل ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج کردیتا ہے۔ نماز نہ پڑھنے والے مردوزن کے نہ تو دین کا کوئی اعتبار ہے اور نہ اسلام کا۔ عذر شرعی کے بغیر نماز کو اپنے وقت سے موخر کرنا اس کو ضائع کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ ﴾ (مریم: ۵۹۔ ۶۰)

''پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انھوں نے نماز کو ضائع کردیا اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے، سو ان کا نقصان ان کے آگے آئے گا۔ بجز ان کے جو توبہ کرلیں۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ائمہ تفسیر کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اضاعت صلاۃ سے مراد نماز کے اوقات کو ضائع کرنا ہے، بایں طور کہ نماز کو اس کا وقت نکل جانے کے بعد ادا کیا جائے اور لفظ ''غی'' جس کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ نمازوں کو ضائع کرنے والے اسے پائیں گے، اس کی تفسیر خسارہ اور نقصان سے کی ہے۔ اس کی ایک تفسیر یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ وہ جہنم میں ایک وادی ہے۔ نماز سے متعلق خواتین کے مردوں سے الگ کچھ مخصوص احکام ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

خواتین کے نماز کے مخصوص احکام:

۱) عورتوں پر نہ تو اذان فرض ہے اور نہ اقامت کیونکہ اذان بلند آواز سے کہنی مشروع ہے اور عورتوں کے لیے آواز بلند کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا اذان اور اقامت عورتوں کے لیے درست نہیں ہے۔ المغنی (۸۶/۲) میں علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلے میں کسی اختلاف کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔

۲) نماز میں عورت سوائے چہرے کے اپنے آپ کو مکمل طور پر چھپائے گی، ہتھیلیوں اور قدموں کے بارے میں اختلاف ہے اور یہ اس صورت میں جبکہ کسی غیر محرم شخص کی نظر اس پر نہ پڑ رہی ہو اور اگر کوئی غیر محرم شخص اسے دیکھ رہا ہے تو مکمل طور پر ستر پوشی ضروری ہے جس طرح خارج نماز میں پردہ کرنا ضروری ہے۔ نماز میں عورت کو اپنا سر، گردن اور جسم کے تمام حصوں کو یہاں تک کہ پیر کی پشت کو بھی چھپانا ضروری ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ يَعْنِي مَنْ بَلَغَتِ الْحَيْضَ...... إِلَّا بِخِمَارٍ.)) [1]

[1] المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ۲۵۲۲۲/۹ـ ترمذی، ابواب الصلوٰۃ، باب ما جاء لا تقبل صلاۃ الحائض الا بخمار، رقم: ۳۷۷ـ ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ باب المرأۃ تصلی ⇦⇦⇦

''اللہ تعالیٰ حائضہ سے یعنی اس عورت سے جو حیض کی عمر کو پہنچ چکی ہے بغیر خمار کے نماز قبول نہیں کرتا ہے۔''

حدیث میں مذکور لفظ (خمار) سے مراد سر اور گردن کو چھپانے والی چادر ہے۔

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا عورت قمیص اور دوپٹہ میں بغیر ازار کے نماز پڑھ سکتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا كَانَ الدِّرْعُ سَابِغًا يُغَطِّي ظُهُورَ قَدَمَيْهَا.)) ❶

''اگر قمیص اتنی طویل ہو کہ عورت کے دونوں پیر کی پشت کو ڈھانپ لے (تو بغیر ازار کے بھی نماز پڑھ سکتی ہے۔)''

اس حدیث کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ ائمہ کرام نے اس کے موقوف ہونے کو صحیح کہا ہے۔

دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نماز میں عورت کے لیے سر اور گردن کا چھپانا ضروری ہے، جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے اور جسم کے بقیہ تمام حصوں کو یہاں تک کہ پیروں کی پشت کو بھی چھپانا ضروری ہے، جیسا کہ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکورہ ہے۔ چہرے کا کھلا رکھنا مباح ہے، بشرطیکہ کوئی اجنبی شخص اسے نہ دیکھ رہا ہو، اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۱۱۳/۲۲۔ ۱۱۴) میں لکھتے ہیں:

''اگر عورت تنہا نماز پڑھ رہی ہو تو پھر بھی اسے دوپٹہ اوڑھنے کا حکم ہے، خارج نماز میں گھر کے اندر عورت اپنا سر کھلا رکھ سکتی ہے، لیکن نماز میں

⇦⇦ بغیر خمار، رقم: ٦٤١ ـ ابن ماجه، ابواب التيمم، باب اذا حاضة الجارية لم تصل الا بخمار، رقم: ٦٥٤.

❶ ابو داؤد، كتاب الصلوٰة، باب فى كم تصلى المرأة، رقم: ٦٤٠.

زینت اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کا حق ہے چنانچہ کسی کے لیے خانہ کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کرنا جائز نہیں خواہ تنہا رات کے وقت طواف کر رہا ہو اور نہ ننگے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے خواہ تنہا ہی کیوں نہ ہو۔''

مزید تحریر کرتے ہیں:

'' نماز میں چھپائے جانے والے جسمانی اعضاء کا ربط وتعلق ان اعضاء سے نہیں ہے، جن کو نگاہوں سے چھپایا جاتا ہے، نہ تو قاعدہ مطردہ کے طور پر نہ ہی مفہوم مخالف کے طور پر۔''

المغنی (۳۲۸/۲) میں مذکور ہے:

'' نماز میں آزاد عورت کے پورے جسم کی ستر پوشی ضروری ہے، اگر کوئی حصہ کھلا رہ گیا تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، ہاں اگر بہت مختصر حصہ کھلا رہ گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہی مسلک امام مالک، امام اوزاعی اور امام شافعی رحمہم اللہ کا ہے۔''

۳) المغنی (۲۵۸/۲) میں مذکور ہے:

'' عورت رکوع اور سجود میں اپنے آپ کو خوب پھیلا کر کھلا رکھنے کے بجائے سمیٹ کر رکھے گی، چار زانو ہو کر بیٹھے گی تورک کرنے اور ایک پیر کو بچھا کر بیٹھنے کے بجائے دونوں پیروں کو لٹا کر داہنی جانب انہیں نکال دے گی، کیونکہ یہی اس کے حق میں زیادہ ساتر ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ المجموع (۴۵۵/۳) میں لکھتے ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ نے مختصر میں فرمایا ہے:

'' اعمال نماز میں مرد و زن کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، سوائے اس کے کہ عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ سجدہ میں وہ اپنے آپ کو سمیٹ کر یا اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے چپکا کر حتی الامکان اپنے آپ کو زیادہ سے

زیادہ پردے میں رکھے گی۔ میں عورت کے لیے اس چیز کو رکوع میں اور پوری نماز میں پسند کرتا ہوں۔''

۴) کسی عورت کی امامت میں جماعت کے ساتھ عورتوں کے نماز ادا کرنے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔بعض اہل علم منع کرتے ہیں اور بعض دوسرے جواز کے قائل ہیں بیشتر علماء کا مسلک یہی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے سیّدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اہل خاندان کی امامت کا حکم دیا تھا۔ [1] (اس کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔)

بعض اہل علم نے اس کو غیر مستحب عمل کہا ہے، جب کہ بعض دوسرے اہل علم اس کی کراہت کے قائل ہیں اور بعض دیگر اہل علم فرض نماز کے بجائے نفل نماز میں اس کو جائز سمجھتے ہیں اور شاید راجح قول یہی ہے کہ یہ مستحب ہے، مزید تفصیل کے لیے المغنی لابن قدامہ (۲/۲۰۲)، **المجموع للنووی** (۴/۸۴، ۸۵) کا مراجعہ مفید ہوگا۔

عورت بالجہر قراءت کرے گی، بشرطیکہ غیر محرم اس کی قرأت کو نہ سن رہے ہوں۔

۵) مساجد میں مردوں کے ساتھ باجماعت ادا کرنے کے لیے خواتین کا گھروں سے نکلنا مباح ہے، لیکن گھروں کے اندر نماز ادا کرنا ان کے حق میں بہتر ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:

((لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ.)) [2]

''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو۔''

---

[1] ابو داؤد، کتاب الصلوٰة، باب امامة النساء، رقم: ۵۶۱.

[2] صحیح مسلم، کتاب الصلوٰة، باب خروج النساء الی المساجد، رقم: ۹۹۵۔ ابو داؤد، کتاب الصلوٰة، باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد، رقم: ۵۶۵۔ المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ۲۴۴۶۰/۹ ...... ۲۱۷۳۲/۸ ...... ۹۶۵۱/۳.

دوسری روایت میں ہے:

((لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَ كُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ.)) ❶

”اپنی عورتوں کو مساجد جانے سے نہ روکو اور ان کے گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہیں۔“

لہٰذا ان کا گھروں میں رہ کر نماز ادا کرنا پردے اور حجاب کی وجہ سے ان کے لیے زیادہ بہتر ہے۔

خواتین کے لیے مسجد میں جانے کے چند آداب:

خواتین اگر نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد جاتی ہیں تو ان کے لیے مندرجہ ذیل آداب کی پابندی ضروری ہے:

(۱) مکمل پردہ کے ساتھ اور کپڑوں میں اچھی طرح چھپ چھپا کر نکلنا ضروری ہے۔

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ النِّسَاءُ يُصَلِّينَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ يَنصَرِفْنَ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَس.)) ❷

”رسول اکرم ﷺ کے ساتھ خواتین (فجر کی) نماز ادا کرتی تھیں، پھر اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس ہوتی تھیں اور وہ تاریکی کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔“

(۲) کسی قسم کی خوشبو لگائے بغیر مسجد کے لیے نکلیں گی۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

((لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَلْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ.)) ❸

---

❶ ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب خروج النساء الی المسجد، رقم: ٥٦٧.

❷ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس، رقم: ٨٦٧۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التبکیر بالصبح فی اول وقتها وهو التغلیس، رقم: ١٤٥٩۔ نسائی، کتاب المواقیت، باب التغلیس فی الحضر، رقم: ١٥٤٦.

❸ المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ٢٤٤٦٠/٩ ...... ٢١٧٣٢/٨ ...... ٩٦٥١/٣ ⇐⇐⇐

''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو اور ضروری ہے کہ وہ خوشبو لگائے بغیر نکلیں۔''

حدیث میں مذکور لفظ (تفلات) کے معنی ہیں: ''خوشبو استعمال کیے بغیر۔''

اسی طرح سیّدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بُخُورًا فَلَا تَشْهَدُ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةِ.)) ❶

''جس عورت نے خوشبو لگا رکھی ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔''

امام مسلم رحمہ اللہ نے سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سیّدنا زینب رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث روایت کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

((إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيبًا.)) ❷

''تم میں سے کوئی عورت اگر مسجد جانا چاہتی ہو تو خوشبو استعمال نہ کرے۔''

امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار (۱۴۰/۳، ۱۴۱) میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے خواتین کے مسجد جانے کا پتہ چلتا ہے، لیکن عورتوں کے جانے کا جواز اسی صورت میں ہو سکتا ہے، جب کہ ان کے مسجد جانے میں کسی قسم کا شر و فساد یا خوشبو جیسی کوئی فتنہ کو بھڑکانے والی چیز نہ پائی جاتی ہو۔''

⇦⇦ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب خروج النساء الی المساجد، رقم: ۹۹۵۔ ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد، رقم: ۵۶۵۔

❶ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علی فتنۃ وانھا لا تخرج مطیبۃ، رقم: ۹۹۸۔ ابو داؤد، کتاب الترجل، باب ما جاء فی المرءۃ تطیب الخروج، رقم: ۴۱۷۵۔ نسائی، کتاب الزینۃ، باب النھی للمرأۃ أن شھدا الصلوٰۃ اذا اصابت من البخور، رقم: ۵۱۳۱۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیہ فتنۃ وانھا لا تخرج مطیبۃ، رقم: ۹۹۷۔

(۳) کپڑوں اور زیورات میں بن سنور کر نہیں نکلیں گی۔ ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((لَوْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأٰى مِنَ النِّسَاءِ مَا رَأَيْنَا لَمَنَعَهُنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ كَمَا منعت بُنُوْ إِسْرَائِيْلَ نِسَاءَ هَا.)) ❶

''اگر رسول اللہ ﷺ خواتین کی اس حالت کا مشاہدہ فرماتے جس کا ہم مشاہدہ کر رہی ہیں تو انھیں مسجد سے روک دیتے، جس طرح بنو اسرائیل نے اپنی عورتوں کو روک دیا تھا۔''

امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((لَوْ رَأٰى مَا رَأَيْنَا.))

یعنی اگر آپ ﷺ حسین وجمیل لباس، خوشبو، زیب وزینت اور بے پردگی کا مشاہدہ کرتے جن کا آج ہم مشاہدہ کر رہے ہیں جب کہ پہلے خواتین موٹے کپڑوں، کمبلوں اور دبیز چادروں میں نکلا کرتی تھیں۔ ❷

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ احکام النساء (ص: ۳۹) میں لکھتے ہیں:

''عورت کے لیے یہی مناسب ہے کہ باہر نکلنے سے حتی الامکان پرہیز کرے، کیونکہ وہ اپنے طور پر کسی فتنہ اور شر سے محفوظ رہ سکتی ہے، لیکن دوسرے لوگ اسی فتنہ وفساد میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ ان کے محفوظ و مامون رہنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے، اگر اسے مجبوراً باہر نکلنے کی ضرورت پیش آجائے تو اپنے خاوند کی اجازت سے بناؤ سنگھار کے بغیر مکمل سادگی کے

❶ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد باللیل، رقم: ۸۶۹۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه فتنة، رقم: ۹۹۹۔ ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی خروج النساء الی المساجد والتشدید فی ذلك، رقم: ۵۶۹.

❷ نیل الاوطار للشوکانی رحمہ اللہ ۳/ ۱۴۱،۱۴۰۔

ساتھ نکلے، عام شاہراہوں اور بازاروں کو چھوڑ کر خالی جگہوں کو اپنا راستہ بنائے، اپنی آواز سنانے سے پرہیز کرے، بیچ راستوں کو چھوڑ کر کنارے چلنے کی کوشش کرے۔''

(۴) عورت اگر اکیلی ہے تو نماز باجماعت میں مردوں کے پیچھے تنہا کھڑی ہوگی، جیسا کہ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی تو میں اور ایک یتیم (ہم دونوں) آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور بڑھیا عورت ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی۔ ❶

اور انہی سے مروی ہے کہ میں نے اپنے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھی تو میں اور ایک یتیم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ہماری ماں ام سلیم ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ ❷

اور اگر عورتیں ایک سے زیادہ ہیں تو وہ مردوں کے پیچھے صف یا حسب ضرورت چند صفیں بنا کر کھڑی ہوں گی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو بچوں کے آگے کھڑا کرتے تھے پھر بچوں کو اور بچوں کے بعد عورتوں کو۔ (مسند احمد)

اور سیّدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خير صفوف الرجال أولها وشرها آخرها وخير صفوف النساء آخرها وشرها أولها.)) ❸

---

❶ صحيح بخارى، كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة على الحصير، رقم: ٣٨٠۔ صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب جواز اجماعة فى النافلة والصلوٰة على حصير، رقم: ١٤٩٩۔ ترمذى، ابواب الصلوٰة، باب ما جاء فى الرجل يصلى ومعه رجال ونساء، رقم: ٢٣٤۔ نسائى، كتاب الامامة والجماعة، باب اذا كانوا ثلثة وامرأة، رقم: ٨٤١۔ ابو داؤد، كتاب الصلوٰة، باب اذا كانوا ثلثة كيف يقومون، رقم: ٦١٢.

❷ صحيح بخارى، كتاب الاذان، باب المرأة وحدها تكون صفًا، رقم: ٧٢٦.

❸ صحيح مسلم، كتاب الصلوٰة، باب تسوية الصفوف واقامتها، رقم: ٩٨٥۔ ابو داؤد، ⇦⇦⇦

''مردوں کے لیے سب سے بہتر پہلی صف ہے اور سب سے خراب آخری صف اور عورتوں کے لیے سب سے بہتر آخری صف ہے اور سب سے خراب پہلی صف۔''

مذکورہ بالا دونوں حدیثیں اس امر کی دلیل ہیں کہ نماز کے لیے عورتیں مردوں کے پیچھے صف بنا کر کھڑی ہوں گی، الگ الگ نہیں کھڑی ہوں گی چاہے وہ فرض نماز ہو یا تراویح کی نماز ہو۔

۵) دورانِ نماز اگر امام سے بھول ہو جائے تو عورت ہاتھوں سے تالی بجا کر سے متنبہ کر سکتی ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِذَا نَابَكُمْ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ فَلْيُسَبِّحِ الرِّجَالُ وَالْيُصَفِّقِ النِّسَاءُ.)) ❶

''جب تمہیں نماز کے دوران کوئی بات پیش آ جائے تو (امام کو آگاہ کرنے کے لیے) مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔''

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں عورت کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر دورانِ نماز کوئی بات پیش آ جائے تو وہ تالی بجا کر آگاہ کر دے اور امام کا بھولنا بھی اسی قبیل سے ہے۔

⇦ ⇦ ⇦ کتاب الصلوٰة، باب صفوف النساء، رقم: ٦٧٨۔ ابن ماجه، ابواب اقامةالصلوٰة والسنة فيها، باب صفوف النساء، رقم: ١٠٠٠۔ ترمذی، ابواب الصلوٰة، باب ما جاء فی فضل الصف الاول، رقم: ٢٢٤۔ نسائی، کتاب الامامة والجماعة، باب ذکر خير صفوف النساء وشر صفوف الرجال، رقم: ٨٢١.

❶ المسند للامام احمد، رقم الحديث: ٧٢٨٣، ٧٥٤١ (دار المعارف مصر)۔ صحيح بخاری، کتاب العمل، باب التصفيق للنساء، رقم: ١٢٠٣۔ صحيح مسلم، کتاب الصلوٰة، باب تسبيح الرجل وتصفيق المرأة اذا نابهما شيئی فی الصلوٰة، رقم: ٩٥٤۔ ترمذی، ابواب الصلوٰة، باب ما جاء ان التسبيح للرجال والصفيق للنساء، رقم: ٣٦٩۔ نسائی، کتاب السهو، باب الصفيق فی الصلوٰة، رقم: ١٢٥٨۔ ابو داؤد، کتاب الصلوٰة، باب التصفيق فی الصلوٰة، رقم: ٩٣٩۔ ابن ماجه، ابواب اقامة الصلوات والسنة فيها، باب التسبيح للرجال فی الصلوٰة والتصفيق للنساء، رقم: ١٠٣٤.

عورت کو زبان سے کچھ کہنے کے بجائے تالی بجانے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کی آواز مردوں کے لیے فتنہ کا باعث بن سکتی ہے۔

(۶) امام کے سلام پھیرنے کے بعد عورتوں کو مسجد سے نکلنے میں جلدی کرنی چاہیے اور مردوں کو تھوڑی دیر ٹھہرے رہنا چاہیے تاکہ مسجد سے نکلنے والی عورتوں سے ان کی مڈ بھیڑ نہ ہو اور اس کی دلیل ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ ''عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد فوراً کھڑی ہو جاتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والے مرد اپنی اپنی جگہ پر تھوڑی دیر بیٹھے رہتے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو دوسرے لوگ بھی اٹھ جاتے۔''

امام زہری کہتے ہیں: ''ہمارا خیال یہ ہے کہ آپ ایسا اس لیے کرتے تھے، تاکہ جو عورتیں مسجد سے لوٹنا چاہیں وہ لوٹ جائیں۔ واللہ اعلم۔'' اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ [1] (دیکھئے: الشرح الکبیر علی المقنع: ۱/ ۴۲۲)

امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار (۳۲۶/۲) میں لکھتے ہیں:

''مذکورہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ امام وقت (خلیفہ یا سلطان) کے لیے مستحب ہے کہ رعایا کے احوال کا خیال رکھے، اسی طرح حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محرمات اور ممنوعات کی جانب لے جانے والے امور اور شک و شبہ کی جگہوں سے اجتناب میں احتیاط برتنی چاہیے اور یہ کہ عام گزرگاہوں میں بھی مرد وزن کا اختلاط مکروہ ہے، چہ جائیکہ گھروں میں۔''

باجماعت نماز میں خواتین مردوں سے چند امور میں مختلف ہیں:

امام نووی رحمہ اللہ المجموع (۴۵۵/۳) میں لکھتے ہیں:

''باجماعت نماز کی ادائیگی میں خواتین مردوں سے چند امور میں مختلف ہیں:

۱۔ خواتین کے حق میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی اس قدر تاکید نہیں کی گئی

[1] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال، رقم: ۸۷۵۔

جس طرح مردوں کے حق میں ہے۔

۲۔ خواتین کی امام درمیان صف میں کھڑی ہوگی۔

۳۔ تنہا عورت مردوں کے پیچھے کھڑی ہوگی نہ کہ بغل میں، برخلاف مردوں کے۔

۴۔ جب مردوں کے ساتھ صف باندھ کر نماز ادا کریں گی تو ان کی سب سے آخری صف اپنی پہلی صف کی بہ نسبت زیادہ فضیلت کی حامل ہوگی۔

سابقہ سطور سے واضح ہوگیا کہ مرد وزن کے درمیان اختلاط ہر حالت میں حرام ہے۔"

خواتین کا نمازِ عید کے لیے نکلنا:

خواتین نمازِ عید کے لیے ضرور نکلیں۔ چنانچہ سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں:

((أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ نُّخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى الْعَوَاتِقَ وَالْحُيَّضَ وَذَوَاتَ الْخُدُوْرِ، أَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ وَفِيْ لَفْظٍ: اَلْمُصَلّٰى وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ.)) ❶

"رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ ہم بوڑھی عورتوں، حیض والیوں اور پردہ نشینوں کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز عیدگاہ لے جائیں۔ حیض والی

❶ المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ۲۰۸/۷، ۲۰۸۱۵/۷۔ صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب شهود الحائض العیدین، کتاب العیدین، باب خروج النساء والحیض الی المصلی، رقم: ۳۲۴۔ صحیح مسلم، کتاب العیدین، باب فی اخراج العواتق وذوات الخدور والحیض فی العید، رقم: ۲۰۵۴۔ نسائی، کتاب العیدین، باب خروج العواتق وذوات الخدور فی العیدین، رقم: ۱۵۵۹۔ ترمذی، ابواب العیدین، باب فی خروج النساء فی العیدین، رقم: ۵۹۳۔ ابو داؤد، کتاب الصلوٰة، باب خروج النساء فی العید، رقم: ۱۱۳۶۔ ابن ماجه، ماجاء فی صلوٰة العیدین، باب ما جاء فی خروج النساء فی العیدین، رقم: ۱۳۰۸.

عورتیں نماز سے، دوسری روایت میں ہے، عیدگاہ سے دور رہیں گی، البتہ خیر و برکت اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک رہیں گی۔''

(اس حدیث کو اصحاب کتب ستہ اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔)

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مذکورہ حدیث اور اس معنی کی دیگر احادیث سے عیدین میں خواتین کے عیدگاہ جانے کی مشروعیت کا قطعی طور پر پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ شادی شدہ، غیر شادی شدہ، نوجوان، بوڑھی، حائضہ وغیر حائضہ کے درمیان بلا کسی امتیاز و تفریق کے تمام عورتوں کا عیدگاہ جانا مشروع ہے۔ البتہ ایسی خواتین جو عدت میں ہوں یا جن کا عیدگاہ جانا باعث شر و فساد ہو یا جن کے لیے کوئی عذر شرعی ہو وہ عیدگاہ نہیں جائیں گی۔'' (نیل الاوطار: ۳۰۶/۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۴۵۸/۶، ۴۵۹) میں تحریر کرتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا دیا ہے کہ خواتین کا گھروں کے اندر نماز ادا کرنا جمعہ یا جماعت میں شریک ہونے کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے، سوائے نماز عید کے۔ کیونکہ عید کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلنے کا حکم دیا ہے۔ شاید اس کے کچھ اسباب ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب.

خواتین کے عیدگاہ جانے کے چند اسباب:

پہلا سبب: سال بھر میں صرف دو مرتبہ عید کا موقع آتا ہے، لہٰذا جمعہ اور جماعت کے برخلاف عیدین میں ان کا نکلنا قابل قبول ہے۔

دوسرا سبب: جمعہ اور جماعت کے برعکس نماز عیدین کا کوئی متبادل نہیں، چنانچہ عورت کا اپنے گھر کے اندر رہ کر نمازِ ظہر ادا کرنا ہی اس کا جمعہ ہے۔

تیسرا سبب: عیدین میں اللہ تعالیٰ کے ذکر واذکار کے لے جنگل اور بیابانوں میں نکلنا

ہوتا ہے جو بعض پہلوؤں سے حج کے مشابہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ حجاج کرام کی موافقت میں عید اکبر (عیدالاضحیٰ) موسم حج میں رکھی گئی ہے۔

شوافع کے ہاں نماز عیدین میں عورتوں کے نکلنے کے لیے ان کے حسین وجمیل نہ ہونے کی قید ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ **المجموع** (۱۳/۵) میں لکھتے ہیں:

''امام شافعی اور آپ کے تلامذہ رحمہم اللہ کا قول ہے کہ نمازِ عیدین میں شرکت ایسی عورتوں کے لیے مستحب ہے جو حسن و جمال والی نہیں ہیں، خوبصورت عورتوں کا عیدین میں شریک ہونا مکروہ ہے۔''

آگے مزید لکھتے ہیں کہ:

''خواتین نمازِ عید کے لیے پرانے اور بوسیدہ کپڑے پہن کر نکلیں گی، ایسے لباس نہیں پہنیں گی جن سے ان کی نمائش ہو، سادہ پانی سے غسل کرنا ان کے لیے مستحب ہے، خوشبو وغیرہ کا استعمال مکروہ ہے۔ یہ سارے احکامات ایسی بوڑھی اور ضعیف عورتوں کے لیے ہیں جو ناقابل اشتہا اور غیر مرغوب ہیں۔ نوجوان خوبصورت اور مرغوب فیہ عورتوں کا عیدگاہ جانا مکروہ ہے، کیونکہ ان کے جانے میں خود ان کے یا ان کی وجہ سے دوسروں کے فتنہ و فساد میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔''

اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ بات سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کے مخالف ہے تو ہم کہیں گے صحیحین میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث وارد ہے:

((لَوْ أَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ.)) [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس، رقم: ۸۶۹ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب خروج النساء الی المساجد، رقم: ۹۹۹۔ ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب خروج النساء الی المساجد والتشدید فی ذالك، رقم: ۵۶۵.

''اگر رسولِ اکرم ﷺ ان امور کا مشاہدہ کرتے جن کو (آج کی) عورتوں نے ایجاد کر رکھا ہے تو ان کو (مساجد سے) روک دیتے، جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔''

اور زمانہ اوّل کے برخلاف موجودہ زمانہ میں شر وفساد اور فتنوں کے اسباب بیشمار ہیں۔ واللہ اعلم۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں ہمارے زمانہ میں صورتِ حال کہیں زیادہ ابتر ہے۔

امام ابن الجوزی احکام النساء (صفحہ: ۳۸) میں فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں یہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ خواتین کا نکلنا جائز اور مباح ہے، لیکن خود ان کے یا ان کے ذریعہ دوسروں کے شر وفساد اور فتنوں میں واقع ہونے کا خوف ہو تو نہ نکلنا ہی افضل ہے، کیونکہ صدر اوّل کی خواتین اس کے بالکل برعکس ہوتی تھیں، جس طرح آج کی خواتین کی پرورش اور تربیت ہوتی ہے، یہی حال مردوں کا بھی تھا۔''

یعنی ان کے اندر حد درجہ زہد وورع پایا جاتا تھا۔

اسلامی بہنوں کو سابقہ سطور میں نقل کی گئی باتوں سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ شرعی اعتبار سے نمازِ عید کے لیے ان کا عیدگاہ جانا جائز ہے، بشرطیکہ پردے کا التزام ہو اور مکمل حشمت وعصمت کے ساتھ نکلا جائے اور اللہ ربّ العزت کا تقرب، مسلمانوں کے ساتھ ان کی دعاؤں میں شرکت اور اسلامی شعار کا اظہار مقصود ہو نہ کہ اس سے زیب و زینت کی نمائش اور شر وفساد اور فتنوں کے درپے ہونا مقصود ہو۔ اس سلسلے میں کافی متنبہ اور محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

باب ششم:

جنازے سے متعلق عورتوں کے مخصوص مسائل

اللہ تعالیٰ نے ہر ذی روح پر موت لکھ دی ہے، صرف اسی کی ایک ذات ایسی ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝ ﴾

(الرحمٰن: ۲۷)

''صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت و عزت والی ہے، باقی رہ جائے گی۔''

انسانی جنازوں کے لیے کچھ مخصوص احکامات ہوتے ہیں، جن کا نفاذ زندہ لوگوں پر ضروری ہوتا ہے۔ اس ضمن میں خواتین کے مخصوص احکام و مسائل کا ذکر ہم ذیل میں کر رہے ہیں۔

عورتوں کا غسل جنازہ:

ا) فوت شدہ عورتوں کو عورتیں ہی غسل جنازہ دیں گی، خواتین کو غسل دینا شوہر کے علاوہ دیگر مردوں کے لیے جائز نہیں ہے، صرف شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے، اسی طرح مرد جنازے کو مرد ہی غسل دیں گے، عورتیں اسے غسل نہیں دے سکتی ہیں، البتہ بیوی اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے۔ چنانچہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا اور سیّدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل دیا تھا۔ [1]

[1] محدث دیارِ شام علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ ''احکام الجنائز'' میں فرماتے ہیں کہ: میاں بیوی ⇦ ⇦ ⇦

عورتوں کا کفن:

عورت کو پانچ سفید کپڑوں میں کفن دینا مستحب ہے۔

۱: ازار جس کو بطور تہہ بند استعمال کیا جائے گا۔

۲: خمار (اوڑھنی) جس کو اس کے سر پر باندھا جائے گا۔

۳: قمیص جو اسے پہنائی جائے گی۔

۴،۵: دو لفافے، جن میں وہ مذکورہ کپڑوں کے اوپر سے لپیٹی جائے گی۔

دلیل سیّدہ لیلیٰ ثقفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، جس میں وہ فرماتی ہیں:

((كُنْتُ فِيمَنْ غَسَلَ أُمَّ كُلْثُوم بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ وَفَاتِهَا، وَكَانَ أَوَّلَ مَا أَعْطَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْحِقِيَ، ثُمَّ الدِّرْعَ، ثُمَّ الْخِمَارَ، ثُمَّ الْمُلْحِفَةَ، ثُمَّ أُدْرِجَتْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الثَّوْبِ الْآخَرِ.)) [1]

''سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کو ان کی وفات کے وقت غسل

⇦ ⇦ ⇦ دونوں ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں، اس لیے کہ اس بارے میں منع کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا جب دلیل نہیں تو ایسا جائز ہے۔ بنا بریں اس مسئلے کی تائید میں دو حدیثیں بھی موجود ہیں:......

(حدیث نمبر:۱) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''اگر صورتِ حال مجھے پہلے معلوم ہوتی تو آپ ﷺ کو ازواجِ مطہرات ہی غسل دیتیں۔'' [سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی ستر المیت عند غسله]

(حدیث نمبر:۲) سیّدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ: ''آپ ﷺ بقیع قبرستان سے جنازے کے بعد تشریف لائے تو میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا اور میں کہہ رہی تھی ہائے میرا سر! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلکہ ہائے میرا سر (غم نہ کرو) اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہوگئی تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، میں خود تمہیں غسل دوں گا، خود ہی کفن پہناؤں گا، پھر تمہارا جنازہ پڑھ کر خود ہی دفن کروں گا۔'' [المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ۱۰/ ۲۵۹۶۶ (دار الفکر)۔]

[1] المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ۱۰/ ۲۷۲۰۵۔ ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب فی کفن المرأة، رقم: ۳۱۵۷.

دینے والیوں میں مَیں بھی تھی۔ سب سے پہلی چیز جسے آپ ﷺ نے ہمیں دیا تھا، وہ ازار (تہہ بند) تھا، اس کے بعد قمیص دی، پھر خمار (اوڑھنی) پھر چادر دی، اس کے بعد انھیں دوسرے کپڑے میں لپیٹا گیا۔''

حدیث میں وارد لفظ '' الحقی '' کے معنی ازار (تہہ بند) کے ہیں۔ امام شوکانی (رحمہ اللہ) نیل الاوطار (۴۲/۲) میں لکھتے ہیں:

'' مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے کفن میں ازار (تہہ بند) قمیص، خمار (اوڑھنی) چادر اور لفافہ مشروع ہے۔''

فوت شدہ عورت کے بالوں کا حکم:

اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنائی جائیں گی اور انہیں پیچھے ڈال دیا جائے گا، دلیل سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے، جس میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی لڑکی کو غسل دینے کی صفت بیان کی ہے، فرماتی ہیں:

((فَضَفَرْنَا شَعَرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ وَأَلْقَيْنَاهُ خَلْفَهَا.)) [1]

'' ہم نے ان کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر انھیں پیچھے ڈال دیا تھا۔''

جنازے کے ساتھ خواتین کے چلنے کا حکم:

سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((نُهِينَا عَنْ اتبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا.)) [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب یلقی شعر المرأة خلفها ثلثة قرون، رقم: ۱۲۶۳۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، فصل فی مشط شعر النساء ثلثة قرون، رقم:...... ......۔ نسائی، کتاب الجنائز، باب نقض راس المیت، رقم: ۱۸۸۴.

[2] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنازة، رقم: ۱۲۷۸۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی نهی النساء عن اتباع الجنائز، رقم: ۲۱۶۶۔ ابن ماجه، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی اتباع النساء الجنائز، رقم: ۱۵۷۷۔ ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنازة، رقم: ۳۱۶۷.

”ہمیں جنازہ کے ساتھ چلنے سے روکا گیا ہے، لیکن ہمارے اوپر بہت زور نہیں دیا گیا ہے۔“

بظاہر اس نہی (ممانعت) سے تحریم کا پتہ چلتا ہے۔ سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے قول ((لم یعزم علینا)) کی تفسیر و تشریح میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۳۵۵/۲۴) میں فرماتے ہیں:

”ہوسکتا ہے اس سے آپ کا مقصد یہ ہو کہ نہی (ممانعت) میں زور نہیں دیا گیا ہے، مگر اس سے تحریم کی نفی نہیں ہوتی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے تئیں گمان کیا ہو کہ یہ نہی تحریم کے لیے نہیں ہے۔ حجت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک میں ہے نہ کہ کسی دوسرے کے ظن و تخمین میں۔“

خواتین کے لیے قبروں کی زیارت حرام ہے:

سیّدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ.)) [1]

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی (بکثرت) زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔“ (احمد، ابن ماجہ، ترمذی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بالکل واضح بات ہے کہ اگر خواتین کے لیے اس کے دروازے کو کھول دیا گیا تو ان کے اندر پائی جانے والی کمزوری، کثرت جزع و فزع اور قلت صبر کی وجہ سے ان کا معاملہ چیخ و پکار، آہ و زاری اور نوحہ و گریہ زاری پر جا کر ختم ہوگا مزید برآں یہ عمل ان کی گریہ زاری کی وجہ سے مردے کی اذیت و تکلیف کا بھی باعث بنے گا کیونکہ اس میں عورتوں کی آواز اور ان کی شکل و

[1] المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ۵/ ۱۵۶۵۷۔ ترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی کراھیة زیارة القبور للنساء، رقم: ۱۰۵۶۔ ابن ماجه، ابواب الجنائز، باب فی النھی عن زیارة النساء القبور، رقم: ۱۵۷۴۔ ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب فی زیارة النساء القبور، رقم: ۳۲۳۶.

صورت کی وجہ سے زندوں کے لیے فتنہ کا سامان بھی ہے۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے:

((فَإِنْ كُنَّ تَفْتُنَّ الْحَيَّ وَتُؤْذِيْنَ الْمَيِّتَ.))

''تم لوگ زندوں کو فتنوں میں اور مردوں کو اذیت میں مبتلا کرنے والی ہو۔''

جب قبروں کی زیارت خواتین کے لیے خود ان کے حق میں اور دوسرے مرد حضرات کے حق میں بہت سے محرمات کا سبب اور پیش خیمہ بنتی ہے اور یہاں حکمت و مصلحت کی کوئی تحدید و تعیین نہیں کی گئی ہے، لہٰذا اس سلسلے میں کسی ایسی مقدار کی حد بندی ممکن نہیں ہے جو ان محرمات تک نہ لے جانے والی ہیں یا اسی طرح ایک نوع کی زیارت کا دوسرے نوع کی زیارت سے الگ و ممتاز کرنا بھی ممکن نہیں ہے اور شریعت کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ جب کسی حکم کے اندر حکمت مخفی ہو یا غیر منتشر ہو تو حکم کو حکمت کے اندیشے پر معلق کر کے اس بات کو ہی سد ذریعہ کے طور پر حرام قرار دے دیا جائے گا، جس طرح فتنوں کے پیش نظر غیر ظاہری زیب و زینت کی طرف نظر کرنا، اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا ہونا، اسی نوعیت کی دیگر نگاہیں حرام و ممنوع ہیں، خواتین کی قبروں میں زیارت میں سوائے میت کے حق میں دعاء کے اور کوئی مصلحت نہیں پائی جاتی ہے، جو گھر میں رہ کر بھی ممکن ہے۔ (مجموع الفتاویٰ (۲۴/۳۴۵)

نوحہ اور گریہ زاری کی حرمت:

میت کو یاد کر کے بآواز بلند اس پر رونا، بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کپڑے پھاڑنا، رخساروں پر تھپڑ مارنا، بال نوچنا، چہرہ سیاہ کرنا یا نوچنا، ہلاکت و بربادی کی دعائیں کرنا اسی طرح کے دیگر تمام اعمال جن سے قضاء و قدر پر عدم اعتماد اور بے صبری ظاہری ہوتی ہو، سب نوحہ میں داخل ہیں اور یہ سارے اعمال حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔ دلیل صحیحین کی وہ حدیث ہے، جس میں رسولِ اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ .)) [1]

''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو رخساروں کو تھپڑ مارے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی پکار پکارے۔''

صحیحین ہی میں یہ حدیث بھی ہے، جس میں رسولِ اکرم ﷺ نے صالقہ، حالقہ اور شاقہ سے اپنی براءت ظاہر کی ہے۔ [2]

صالقہ :...... مصیبت کے وقت چیخ و پکار کرنے والی عورت کو کہتے ہیں۔

حالقہ :...... مصیبت کے وقت سر منڈانے والی عورت کو کہتے ہیں۔

شاقہ :...... مصیبت کے وقت کپڑوں کو پھاڑنے والی عورت کو کہتے ہیں۔

صحیح مسلم کی ایک دوسری حدیث میں رسولِ اکرم ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ النَّائِحَةِ وَالْمُسْتَمِعَةِ .)) [3]

لفظ (وَالْمُسْتَمِعَةِ) سے مراد وہ عورت ہے جو بالقصد نوحہ سننے جائے اور اس کو نوحہ پسند ہو۔

مسلم خواتین کو مصیبت کے وقت ان حرام کاموں سے بچنا بہت ضروری ہے، مصیبت کے وقت صبر سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی توقع رکھنا چاہیے، مصیبت کے وقت یہی طرزِ عمل ان کے گناہوں کے لیے کفارہ اور نیکیوں میں زیادتی کا سبب بن

---

[1] صحيح بخارى، كتاب الجنائز، باب ليس منا من شق الجيوب، رقم: ١٢٩٤ ـ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب تحريم ضرب الخدود وشق الجيوب، رقم: ٢٨٥ ـ ترمذى، ابواب الجنائز، باب ما جاء فى النهى عن ضرب الخدود وشق الجيوب، رقم: ٩٩٩.

[2] حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ((اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِیْءٌ مِّنَ الصَّالِقَة وَالْحَاقَة وَالشَّاقَة.)) [صحيح بخارى، كتاب الجنائز، باب ما ينهى من الحلق عند المصيبة، رقم: ١٢٩٦ـ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب تحريم ضرب الخدود وشق الجيوب، رقم: ٢٥٨.

[3] ابو داؤد، كتاب الجنائز، باب فى البكاء على الميت والنوح، رقم: ٣١٢٨.

سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○ ﴾

(البقرۃ: ۱۵۵۔۱۵۷)

''اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال و جان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے، جنھیں جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

ہاں! موت کے وقت اس طرح رونا کہ اس میں گریہ زاری، نوحہ اور دیگر ایسے حرام اور ناجائز کام نہ پائے جائیں جن میں قضاء وقدر سے ناراضگی اور عدم رضا ظاہر ہو، جائز ہے کیونکہ رونے سے میت پر شفقت اور رقت کا پتہ چلتا ہے اور اس نوعیت کے رونے پر قابو پانا بھی ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے اس کو مباح بلکہ بعض حالات میں مستحب قرار دیا گیا ہے۔ (وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ)

باب ہفتم:

روزے سے متعلق خواتین کے مخصوص مسائل

ماہِ رمضان کے روزے ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہیں۔ روزہ کو اسلام میں ایک بنیادی ستون کی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ﴾ (البقرۃ: ۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔''

کس عمر میں رزہ فرض ہے؟

اس آیت میں (کتب) کے معنی ہیں فرض کیا گیا، جب لڑکی سن تکلیف (بلوغت کی عمر) کو پہنچ جائے، بایں طور کہ علامات بلوغت میں سے کوئی ایک علامت ظاہر ہوجائے، انہی میں سے حیض کا آنا بھی ایک علامت ہے تو ایسی لڑکی کے حق میں روزہ واجب ہوجاتا ہے، بعض بچیوں کو نو سال کی عمر میں ہی حیض شروع ہوجاتا ہے، لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا کہ حیض شروع ہوجانے کے بعد روزہ اس پر واجب ہوجاتا ہے، چنانچہ وہ اپنے آپ کو کم عمر سمجھ کر روزہ نہیں رکھتی اور نہ ہی اس کے اہل خاندان اسے روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ یہ عمل اسلام کے ایک اہم اور عظیم رکن کو ترک کر کے زبردست تساہل اور سستی اختیار کرنے کے مترادف ہے، اگر کسی عورت سے اس قسم کی کوتاہی کا بچپن میں صدور ہوا ہو تو اس پر ان تمام روزوں کی قضاء ضروری ہے، جنھیں اس نے ابتداءِ حیض میں ترک کیا تھا۔ خواہ اس پر ایک لمبی مدت گزر گئی ہو، کیونکہ یہ تمام

روزے اس کے ذمہ باقی ہیں۔ [1]

کن لوگوں پر روزہ رکھنا واجب؟

ماہِ رمضان کے شروع ہوجانے پر ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت پر جو حالت صحت میں ہو اور مقیم ہو (یعنی حالت سفر میں نہ ہو) رمضان کے روزے فرض ہوجاتے ہیں اگر کوئی مرد یا عورت اس مہینہ میں بیمار ہو یا مسافر ہوتو وہ افطار کرسکتا ہے، یعنی اس کو روزہ نہ رکھنے کی رُخصت ہے۔ البتہ شفایابی یا سفر کی حالت ختم ہونے کے بعد رمضان کے علاوہ دوسرے ایام میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء کرے گا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط ﴾ (البقرة: ١٥٨)

''تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ روزہ رکھے ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے۔''

جس کو روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو؟

اسی طرح ایسا عمر دراز مرد یا ایسی عمر دراز خاتون جس کو روزے کی استطاعت نہ ہو یا ایسا دائمی مریض جس کے مرض کے زائل ہونے اور اس کی شفایابی کی توقع نہ ہو، خواہ مرد ہو یا عورت وہ بھی افطار کرسکتے ہیں۔ (یعنی روزہ چھوڑ سکتے ہیں) ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو ملک کی عام غذا سے نصف صاع دینا ضروری ہوگا۔ [2] دلیل فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ط ﴾ (البقرة: ١٨٤)

''اور جو لوگ اس کی بمشقت طاقت رکھنے والے ہیں وہ فدیہ میں ایک

---

[1] روزوں کی قضاء کے ساتھ ہر دن کے بدلے نصف صاع گیہوں مساکین کو دینا ضروری ہے۔

[2] نصف صاع تقریباً سوا کلو ہوگا۔

مسکین کو کھانا دیں۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ''یہ آیت ایسے عمر دراز بوڑھے شخص کے بارے میں ہے، جس کی شفایابی کی امید نہیں ہوتی۔'' ❶

اور ایسا مریض جس کی بیماری سے شفایابی کی توقع نہ ہو وہ بھی عمر دراز بوڑھے شخص کے حکم میں ہوگا۔ عدم استطاعت کی وجہ سے ان دونوں پر روزے کی قضاء نہیں ہے۔

آیت میں (یُطِیْقُوْنَهُ) کے معنی ہیں: ''نہایت مشقت کے ساتھ برداشت کرنا۔''

خواتین کو مخصوص طور پر چند عذر کی بنا پر ماہِ رمضان میں افطار کی اجازت ہے، لیکن عذر کی وجہ سے ترک کیے ہوئے روزوں کی قضاء لازم ہے۔ وہ عذر جن کی وجہ سے خواتین روزہ ترک کرسکتی ہیں۔ مندرجہ ذیل ہیں:

حیض ونفاس کی حالت میں روزہ حرام ہے:

ان دونوں حالتوں میں عورتوں کے لیے روزہ رکھنا حرام ہے، لیکن دیگر ایام میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء ان پر واجب ہے۔ دلیل ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے، جو صحیحین میں مروی ہے، جس میں آپ فرماتی ہیں:

((كُنَّا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ.)) ❷

''ہمیں روزوں کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا، نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔''

آپ (رضی اللہ عنہا) نے یہ بات ایک عورت کے اس استفسار پر فرمائی تھی کہ کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت روزے کی قضاء کرے گی اور نماز کی قضاء نہیں کرے گی؟ تو آپ نے

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله فمن شهد منكم الشهر فليصمه، رقم: ٤٥٠٠.

❷ صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب لا تقضی الحائض الصلوٰة، رقم: ٣٢١۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلوٰة، رقم: ٧٦٣۔ ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب فی الحائض لا تقضی الصلوٰة، رقم: ٢٦٢۔ ترمذی، ابواب الطهارة، باب ما جاء فی الحائض انها لا تقضی الصلوٰة، رقم: ١٣٠.

مذکورہ جواب کے ذریعے یہ وضاحت فرمادی کہ یہ امر توقیفی ہے، جس میں عقل وقیاس کا دخل نہیں ہے، اس میں شریعت کے حکم کی اتباع کی جائے گی۔

حالت حیض میں روزے کی ممانعت کا راز:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۲۵۱/۱۵) میں لکھتے ہیں:

''حیض کی وجہ سے آنے والے خون میں خون کا نکلنا پایا جاتا ہے، جب کہ حائضہ کے لیے ممکن ہے کہ حیض کے ان اوقات کے علاوہ دیگر اوقات میں روزہ رکھے، جن میں خون کا نکلنا نہیں پایا جاتا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں اس کا روزہ رکھنا معتدل ہوگا، کیونکہ اس میں جسم کو تقویت پہنچانے والے بلکہ جسم کے اصل مادے کا نکلنا نہیں پایا جاتا ہے، حالت حیض میں روزہ رکھنے سے وجوبی طور پر لازم آئے گا کہ جسم کا اصل مادہ بھی خارج ہو جو اس کے جسم کی کمی اور خود اس کے ضعف کا سبب بنتا ہے اور ساتھ ہی روزے کا حد اعتدال سے بھی خروج لازم آئے گا۔ خواتین کو اسی بناء پر اوقاتِ حیض کے علاوہ دیگر اوقات میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

حمل ورضاعت کی حالت میں افطار کا حکم:

حالت حمل اور حالت رضاعت (یعنی دودھ پلانے کی حالت) میں روزہ رکھنے سے خود عورت کو یا بچہ کو یا ایک ساتھ دونوں کو نقصان اور ضرر لاحق ہوسکتا ہے، لہٰذا عورت ان دونوں حالتوں میں افطار کرسکتی ہے۔ (یعنی روزہ چھوڑ سکتی ہے) اگر ضرر (نقصان) جس کے پیش نظر اس نے روزہ ترک کیا ہے، محض بچے کو لاحق تھا، تو چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا کرے گی اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی اور اگر ضرر عورت کو بھی لاحق تھا تو اس پر صرف قضاء ضروری ہے، کیونکہ آیت:

﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ ﴾ (البقرة: ١٨٤)

’’اور جو لوگ اس کی بمشقت طاقت رکھنے والے ہیں وہ فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں۔‘‘

کے عموم میں حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) بھی داخل ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر (۳۷۹/۱) میں فرماتے ہیں:

’’مذکورہ آیت کے مفہوم میں حاملہ اور مرضعہ بھی شامل مانی جائیں گی، بشرطیکہ انھیں اپنے اور اپنے بچوں پر خوف لاحق ہو۔‘‘

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اگر حاملہ اپنے جنین (پیٹ کے بچہ) پر خوف محسوس کرتی ہو تو افطار کرے گی اور ہر دن کے بدلے ایک دن روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک مسکین کو ایک رطل [1] کھانا کھلائے گی۔‘‘ (مجموع الفتاویٰ: ۳۱۸/۲۵)

تنبیہ، مستحاضہ عورت پر روزہ فرض ہے:

ا) مستحاضہ (استحاضہ والی عورت) جس کو ایسا خون آ رہا ہو، جسے حیض کا خون نہیں کہا جا سکتا۔ جیسا کہ سابقہ سطور میں بیان کیا جا چکا ہے، اس پر روزہ فرض ہے، اس کے لیے افطار (روزہ کا ترک کرنا) جائز نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حائضہ عورت کے افطار کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’برخلاف مستحاضہ کے، اس لیے کہ استحاضہ کا خون تمام اوقات میں آتا ہے، اس کا کوئی مخصوص و متعین وقت نہیں ہے کہ اس کے علاوہ دیگر اوقات میں روزہ رکھنے کا اسے حکم دیا جائے، اس سے بچنا بھی ناممکنات میں سے ہے۔ جس طرح از خود قے آنا، زخم اور پھوڑوں کی وجہ سے خون کا نکلنا اور احتلام وغیرہ ہیں۔ ان کا کوئی مخصوص وقت نہیں ہوتا کہ ان سے احتراز

---

[1] رطل: ۴۰۸ گرام کے مساوی ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو: الایضاح والتبیان فی معرفة المکیال والمیزان، ص: ٥٦.

کیا جائے، لہٰذا یہ تمام امور روزے کے منافی نہیں قرار دیے جائیں گے، جس طرح حیض کے خون کو قرار دیا گیا ہے۔'' (۲۵/۲۵۱)

حائضہ و حاملہ عورتوں کے روزوں کی قضاء کب تک ہے:

حائضہ، حاملہ اور مرضعہ کو چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء دوسرے رمضان کے آنے تک واجبی طور پر کر لینی چاہیے۔ قضاء میں جتنی جلد بازی سے کام لیا جائے اتنا ہی زیادہ بہتر ہے، اگر اگلے رمضان شروع ہونے میں اتنے ہی دن باقی رہ گئے ہوں جتنے دن اس نے روزہ ترک کیا ہے، تو پچھلے رمضان کے چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء کر لینی چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرا رمضان شروع ہو جائے اور اس پر پچھلے رمضان کے روزوں کی قضاء باقی ہو اور اگر ایسا ہو گیا کہ پچھلے رمضان کے روزوں کی قضاء کے بغیر دوسرا رمضان شروع ہو گیا اور تاخیر کا کوئی عذر معقول نہ ہو تو چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء کے ساتھ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا بھی کھلانا ہوگا اور اگر کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہو تو صرف روزوں کی قضاء کی جائے گی۔ اسی طرح ان تمام لوگوں کا مذکورہ تفصیل کے مطابق ہی معاملہ ہوگا، جن پر بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء ہے، کیونکہ وہ بھی انہی عورتوں کے حکم میں ہوں گے، جنھوں نے حیض کی وجہ سے روزہ ترک کیا تھا۔

خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا:

خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی عورت کے لیے نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ دلیل امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ اور دیگر محدثین کی روایت کردہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ.)) [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا تاذن المرأة فی بیت زوجها الا باذنه، رقم: ۵۱۹۵۔ المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ۳/ ۱۰۱۷۲۔ ابو داؤد، کتاب الصوم، باب المرأة تصوم بغیر اذن زوجها، رقم: ۲٤۸۵.

’’کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ روزہ رکھے حالانکہ اس کا شوہر موجود ہو، مگر اس کی اجازت سے۔‘‘

امام احمد اور امام ابو داؤد رحمہما اللہ کے یہاں بعض روایات میں ((الا رمضان)) کا اضافہ ہے، یعنی رمضان کے روزوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ ان کے لیے خاوند کی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر شوہر نے نفلی روزوں کی اجازت دے دی ہو یا وہ موجود نہ ہو یا کسی کا شوہر ہی نہ ہو تو ایسی عورت کے لیے نفلی روزہ رکھنا مستحب ہے۔ خصوصاً جن ایام میں روزہ رکھنے کی فضیلت وارد ہے۔ مثال کے طور پر پیر و جمعرات کے دن، ہر ماہ میں تین دن (ایام بیض) ❶، شش عیدی روزے ❷، ذی الحجہ کے دس دن، عرفہ کا دن ❸، عاشوراء کا روزہ ❹، ایک دن ماقبل یا ایک دن مابعد کے ساتھ۔ ان تمام ایام میں روزے کی بڑی فضیلت ہے۔ البتہ رمضان کے روزوں کی قضاء اگر اس پر ہے تو پہلے روزوں کی قضاء کرے گی۔ قضاء کے بغیر نفلی روزے رکھنا مناسب نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

حائضہ اگر رمضان میں دن کے وقت پاک ہو:

حائضہ اگر رمضان میں دن کے وقت حیض سے پاک ہوئی ہے تو اسے دن کے بقیہ حصہ کو کچھ کھائے پیئے بغیر گزارنا چاہیے اور حیض کی وجہ سے چھوڑے ہوئے روزوں کے ساتھ اس دن کی بھی قضاء کرے گی، جس دن اس نے طہارت حاصل کی تھی۔ اس دن کے بقیہ حصہ کو کچھ کھائے پیئے بغیر گزارنا رمضان کے ادب و احترام میں واجب ہے۔

❶ ایام بیض یعنی ہر اسلامی ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ مستحب ہے۔
❷ رمضان المبارک کے بعد شوال کے چھ روزے بھی مستحب ہیں۔
❸ نو ذوالحج کو روزہ رکھنا مستحب ہے، سوائے اس کے جس نے احرام باندھا ہے۔
❹ محرم الحرام کی نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ بھی مستحب ہے۔ (تفصیل کتب احادیث میں ملاحظہ فرمائیے)

باب ہشتم:

حج عمرہ سے متعلق خواتین کے مخصوص مسائل

خانہ کعبہ کا حج امت اسلامیہ پر فرض کفایہ ہے اور ہر اس مسلم فرد پر جس کے اندر حج کی شرائط موجود ہوں، زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے، ایک سے زائد بار حج نفل شمار ہوگا۔

عورتوں کا جہاد حج کرنا ہے:

حج اسلام کا ایک رکن ہے۔ نیز مسلم خواتین کے حق میں جہاد کا درجہ رکھتا ہے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، جس میں انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! هَلْ عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالٌ فِيهِ، اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ.)) [1]

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ان پر ایک ایسا جہاد ہے جس میں جنگ نہیں ہے، وہ حج وعمرہ ہے۔''

(امام احمد، امام ابن ماجہ رحمہما اللہ نے صحیح سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔)

صحیح بخاری میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَفَلَا

[1] المسند للامام احمد، رقم الحديث: ٩/ ٢٥٣٧٧، ٩/ ٢٤٤٧٢۔ ابن ماجه، ابواب المناسك، باب الحج جهاد النساء، رقم: ٢٩٠١۔

نُجَاهِدُ؟ قَالَ: لٰكِن أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ.)) ❶

''یا رسول اللہ ﷺ! ہم جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھتے ہیں، کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن تمہارے لیے سب سے افضل جہاد حج مقبول ہے۔''

حج سے متعلق خواتین کے چند مسائل حسب ذیل ہیں:

عورت کا سفر حج کن کے ساتھ ہو:

محرم: حج کی فرضیت کے لیے مرد و زن کے حق میں چند عام شرائط ہیں، جو یہ ہیں: اسلام، عقل، حریت (آزادی) بلوغت اور مالی استطاعت۔

خواتین کے حق میں ایک مخصوص شرط ایسے محرم کا وجود بھی ہے جو اس کے ساتھ سفر حج کے لیے نکل سکے، محرم خود اس کا خاوند ہوگا یا ایسا شخص ہوگا، جس پر عورت ہمیشہ کے لیے بسبب نسب حرام ہوگی، جیسے اس کا والد یا بھائی یا بیٹا یا کسی مباح سبب کی وجہ سے حرام ہوگی، جیسے رضاعی بھائی یا اس کی والدہ کا شوہر یا اس کے شوہر کا لڑکا۔ دلیل سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث ہے، جس میں ہے کہ آپ نے رسولِ اکرم ﷺ کو خطبہ میں فرماتے ہوئے سنا:

((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ! إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً، وَإِنِّي اكْتَتَبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَانْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ.)) ❷

''کوئی (اجنبی) مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت (تنہائی) میں نہ ہو مگر یہ کہ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المناسك، باب فضل الحج المبرور، رقم: ۱۵۲۰.

❷ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامراة الا ذو محرم، رقم: ۵۲۳۳۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم الی حج، رقم: ۳۲۷۲.

اس کے ساتھ اس کا محرم بھی ہو اور عورت بغیر محرم کے سفر پر نہ نکلے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! میری بیوی حج کرنے کے لیے نکلی ہے اور میں نے فلاں فلاں غزوہ (جنگ) میں اپنا نام لکھوایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔''

اور سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی وہ حدیث بھی ہے، جس میں رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةً إِلَّا مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ.)) [1]

''عورت تین دن کا سفر نہ کرے، مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔''

اس سلسلے میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں، جن سے عورت کا بغیر محرم حج یا غیر حج میں نکلنے کی سخت ممانعت کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ عورت ایک کمزور مخلوق ہے، سفر میں ایسی مختلف پریشانیاں اور عوارض پیش آ سکتے ہیں، جن کا مقابلہ صرف مرد ہی کر سکتے ہیں، نیز عورت بدقماش اور اوباش قسم کے لوگوں کی بدنیتی اور حرص وطمع کا نشانہ بن سکتی ہے، لہٰذا ایسے محرم کا ساتھ ہونا جو اس کو تحفظ فراہم کر سکے اور پریشانیوں سے اسے نجات دلا سکے، اشد ضروری ہے۔ عورت کے ساتھ حج کے لیے نکلنے والے محرم میں عقل، بلوغت اور اسلام کی شرط ضروری ہے، کیونکہ کافر قابل اعتماد نہیں ہوسکتا، اگر عورت محرم کی جانب سے ناامید ہو جائے تو لازمی طور پر کسی اور سے حج بدل کرائے گی۔

نفلی حج کے لیے خاوند کی اجازت:

نفلی حج کے لیے عورت کو اپنے خاوند سے اجازت لینی ضروری ہے، کیونکہ حج میں

[1] صحیح بخاری، کتاب جزاء العید، رقم: ۱۸۶۲۔ ابو داؤد، کتاب المناسك، باب فی المرأة تحجّ بغیر محرم، رقم: ۱۷۲۷۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم الی حج، رقم: ۳۲۵۸۔ ابن ماجه، ابواب المناسك، باب المرأة تحجّ بغیر ولی، رقم: ۲۸۹۸۔ ترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی کراهية ان تسافر المرأة وحدها، رقم: ۱۱۷۵.

نکلنے کی وجہ سے اس کے اوپر شوہر کے جو حقوق عائد ہیں وہ ضائع ہو جائیں گے۔

المغنی (۳/۲۴۰) میں علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''نفلی حج سے خاوند اپنی بیوی کو منع کر سکتا ہے۔ علامہ ابن المنذر نے اس پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو نفلی حج کے لیے نکلنے سے روک سکتا ہے، کیونکہ شوہر کا حق بیوی پر واجب ہے، لہٰذا کسی غیر واجب عمل کے ذریعہ اس واجب عمل کو ضائع نہیں کر سکتی، جس طرح آقا کا معاملہ اس کے اپنے غلام کے ساتھ ہے۔''

مرد کی جانب سے عورت کے حج بدل کا حکم:

عورت مرد کی جانب سے حج یا عمرہ میں نیابت کر سکتی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۲۶/۱۳) میں لکھتے ہیں:

''باتفاق علماء ایک عورت دوسری عورت کا حج بدل کر سکتی ہے، خواہ لڑکی ہو یا کوئی دوسری عورت اسی طرح ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک عورت مرد کا حج بدل کر سکتی ہے، کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ نے **خثعمی** عورت کو اپنے والد کی جانب سے حج کرنے کا حکم دیا تھا۔ جس وقت اس نے یہ کہا تھا:

((يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ! إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ فِي الْحَجِّ عَلٰى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَبِيْ وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُحَجَّ عَنْ أَبِيْهَا.)) [1]

---

[1] صحیح بخاری، ابواب العمرۃ، باب حج المرأۃ عن الرجل۔ نسائی، کتاب مناسك الحج، باب حج المرأۃ عن الرجل، رقم: ۲۶۴۲۔ ابن ماجه، ابواب المناسك، باب الحج، عن الحی اذا لم یستطع، رقم: ۲۹۰۷۔ ترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی الحج عن الشیخ الکبیر والمیت، رقم: ۹۲۸۔

''یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کے فریضہ حج نے میرے والد کو پالیا ہے، (یعنی حج میرے والد پر فرض ہوگیا ہے) لیکن وہ بہت بوڑھے ہیں تو رسولِ اکرم ﷺ نے اس عورت کو اپنے والد کی جانب سے حج کرنے کی ہدایت کی تھی۔''

یہ الگ بات ہے کہ مرد کا احرام عورت کے احرام کی بہ نسبت زیادہ مکمل ہوتا ہے۔''

سفرِ حج میں عورت حیض یا نفاس میں مبتلا ہو جائے تو:

اگر سفرِ حج کے دوران عورت حیض یا نفاس میں مبتلا ہو جائے تو وہ اپنا سفرِ حج جاری رکھے گی، اگر عین احرام کے وقت حیض یا نفاس میں مبتلا ہوئی ہے تو وہ دیگر پاک و صاف عورتوں کی طرح احرام باندھے گی، کیونکہ احرام باندھنے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔ علامہ ابن قدامہ المغنی (۳/۲۹۳، ۲۹۴) میں لکھتے ہیں: حاصل کلام یہ کہ خواتین کے لیے احرام کے وقت مردوں کی طرح غسل مشروع ہے، کیونکہ یہ ایک نسک (عمل حج) ہے اور حیض و نفاس والی عورتوں کے حق میں یہ غسل زیادہ اہم ہو جاتا ہے، کیونکہ ان دونوں کے متعلق حدیث وارد ہے۔ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((حَتَّى أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ: اِغْتَسِلِي وَاسْتَثْفِرِي بِثَوْبٍ وَأَحْرِمِي.)) [1]

''یہاں تک کہ ہم ذوالحلیفہ پہنچے تو سیّدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے یہاں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب احرام النفساء واستحباب اغتسالها للاحرام، رقم: ۲۹۰۹ ابو داؤد، کتاب المناسك، باب صفة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، رقم: ۱۹۰۵۔ ابن ماجه، ابواب المناسك، باب النفساء والحائض تهل بالحج، رقم: ۲۹۱۳۔ نسائی، کتاب مناسك الحج، باب اهلال النفساء، رقم: ۲۷۶۵.

محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ پوچھنے کے لیے بھیجا کہ اب میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: غسل کر کے لنگوٹ باندھ لو اور احرام پہن لو۔''

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلنُّفَسَاءُ وَالْحَائِضُ إِذَا أَتَيَا عَلَى الْوَقْتِ يُحْرِمَانِ وَقَضِيَّانِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَّافِ بِالْبَيْتِ.)) [1]

''حیض و نفاس والی خواتین بھی میقات پر پہنچ کر احرام باندھ لیں گی اور تمام اعمال حج بجالائیں گی، سوائے خانہ کعبہ کے طواف کے۔''

اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب کہ وہ حالت حیض میں تھیں، حج کا احرام باندھنے کے لیے غسل کا حکم دیا تھا۔

احرام کے وقت حیض و نفاس والی خواتین کے غسل کا مقصد نظافت حاصل کرنا اور ناپسندیدہ بو کا ختم کرنا ہے، تاکہ بھیڑ کے وقت لوگ ان سے اذیت نہ محسوس کریں۔ اسی طرح نجاست میں تخفیف مقصود ہے۔

اگر حالت احرام میں عورت کو نفاس یا حیض آجائے تو اس سے احرام پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، چنانچہ وہ حالت احرام ہی میں باقی رہے گی، تمام ممنوعات احرام سے اجتناب کرے گی، البتہ بیت اللہ کا طواف حیض و نفاس سے پاک ہوئے بغیر اور غسل (طہارت) کیے بغیر نہیں کرسکتی، اگر عرفہ کے دن بھی وہ نہیں پاک ہوسکی اور اس نے حج تمتع کا احرام باندھ رکھا تھا تو وہ حج کو عمرہ میں داخل کر کے حج کا احرام باندھ لے گی، اس طرح وہ قارنہ (یعنی حج قران کرنے والی) ہوجائے گی، اس لیے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا، جب ان کو حیض آگیا اور رسول اللہ ﷺ

---

[1] ابو داؤد، کتاب المناسك، باب الحائض تهل بالحج، رقم: ١٧٤٤ ـ ترمذی، ابواب الحج، باب ما جاء ما تقضی الحائض من المناسك، رقم: ٩٤٥.

ان کے پاس تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا:

((مَا يُبْكِيكِ؟ لَعَلَّكِ نَفِسْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: هٰذَا شَيْءٌ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ، اِفْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ.))[1]

”کیوں رو رہی ہو؟ شاید تمہیں حیض آ گیا ہے؟ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، جی ہاں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنات آدم (خواتین) پر لکھ دی ہے، حج کے تمام ارکان ادا کرو سوائے طواف کعبہ کے۔“

اور سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے، اس کے بعد رسولِ اکرم ﷺ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آپ بیٹھی رو رہی ہیں۔ دریافت فرمایا: کیا بات ہے؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: مجھے حیض آ گیا ہے۔ لوگ (عمرہ سے) فارغ ہو گئے اور میں نہیں ہوئی اور نہ خانہ کعبہ کا طواف کیا، جب کہ طواف کرنے کے بعد اب لوگ حج کے لیے نکل رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ، فَاغْتَسِلِي ثُمَّ أَهِلِّي فَفَعَلَتْ وَوَقَفَتِ الْمَوَاقِفَ كُلَّهَا حَتّٰى إِذَا طَهَرَتْ طَافَتْ بِالْكَعْبَةِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ قَالَ: قَدْ حَلَلْتِ مِنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ جَمِيعًا.))[2]

”یہ ایک ایسا معاملہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے بنات آدم (خواتین) کے حق

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب تقضی الحائض المناسك كلها الا الطواف بالبيت، رقم: ٣٢٥۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بيان وجوه الاحرام وانه يجوز افراد الحج والتمتع والقران، رقم: ٢٩١٩۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بيان وجوه الاحرام وانه يجوز افراد الحج والتمتع والقران، رقم: ٢٩١٨۔ نسائی، کتاب مناسك الحج، باب فی المهلة بالمعرة تحيض، رقم: ٢٧٦٤.

میں مقدر کر دیا ہے، لہٰذا غسل کر کے تلبیہ پکارنا شروع کر دو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، تمام مواقف میں وقوف کیا جب وہ پاک وصاف ہوگئیں تو خانہ کعبہ کا طواف کیا اور صفا ومروہ کی سعی کی، اس کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے ان سے کہا اب تم اپنے حج وعمرہ دونوں سے فارغ ہوگئی ہو۔''

علامہ ابن القیم تہذیب السنن (۲/۳۰۳) میں لکھتے ہیں:

''صحیح احادیث میں واضح طور پر ثابت ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے پہل عمرہ کا تلبیہ پکارا تھا (یعنی عمرہ کا احرام باندھا تھا) اس کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے آپ کو جس وقت آپ حائضہ ہوگئیں حج کا تلبیہ پکارنے کا حکم دیا تھا۔ (یعنی حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا تھا) تو اس طرح آپ قارنہ ہوگئیں، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے آپ سے کہا تھا:

((يَكْفِيكِ طَوَافُكِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ لِحَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ.)) [1]

''خانہ کعبہ کا تمہارا (ایک) طواف اور صفا ومروہ کی تمہاری (ایک) سعی تمہارے حج وعمرہ دونوں کے لیے کافی ہے۔''

عورت احرام کے وقت کیا کرے گی؟

عورت احرام کے وقت وہی سارے اعمال انجام دے گی جو مرد انجام دیتے ہیں، یعنی غسل کرے گی، اگر ضرورت ہوگی تو بال، ناخن کاٹ کرنا پسندیدہ بو کو زائل کر کے صفائی اور نظافت حاصل کرے گی، تاکہ حالت احرام میں ان کی ضرورت نہ پیش آئے کیونکہ حالت احرام میں ان کی ممانعت ہے، اگر ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے تو کوئی لازمی بات نہیں ہے، اس لیے کہ یہ چیزیں احرام کی خصوصیات میں داخل نہیں ہیں۔ جسم

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوه الاحرام وانه یجوز افراد الحج والتمتع والقران، رقم: ۲۹۳۴۔

میں کسی ایسے عطر کے لگانے میں حرج نہیں ہے، جس میں پھیلنے والی تیز خوشبو نہ پائی جاتی ہو۔ دلیل ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، جس میں وہ فرماتی ہیں:

((كُنَّا نَخْرُجُ مَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَنَضْمِدُ جِبَاهَنَا بِالْمِسْكِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ، فَإِذَا عَرِقَتْ إِحْدَانَا سَالَ عَلٰى وَجْهِهَا فَيَرَاهَا النَّبِيُّ ﷺ فَلَا يَنْهَانَا.)) ❶

''ہم رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ نکلتی تھیں، احرام کے وقت اپنی پیشانیوں پر مشک کا لیپ لگالیا کرتی تھیں اور جب کسی کو پسینہ آتا تو یہ بہہ کر اس کے چہرے پر آجاتا۔ نبی کریم ﷺ دیکھتے اور منع نہیں کرتے تھے۔''

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار (۱۲/۵) میں فرماتے ہیں:

''آپ ﷺ کا سکوت اختیار کرنا جواز کی دلیل ہے، اس لیے کہ آپ کسی غلط یا باطل کام پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔''

حالت احرام میں عورت پر کیا لازم ہے؟

اگر عورت احرام سے پہلے نقاب یا برقع پہنے ہو تو احرام کی نیت کے وقت انھیں اتار دے گی۔

برقع یا نقاب چہرہ کے اس پردے کو کہتے ہیں جس میں دونوں آنکھیں کی جگہوں پر دو سوراخ بنے ہوتے ہیں، جن کے ذریعہ نقاب پوش یا برقعہ پوش عورت کو دکھلائی دیتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا تَنْتَقِبِ الْمُحْرِمَةُ.)) ❷

❶ ابو داؤد، کتاب المناسك، باب ما یلبس المحرم، رقم: ۱۸۳۰.

❷ صحیح بخاری، ابواب العمرة، باب ما ینهی من الطیب للمحرم والمحرمة، رقم: ۱۵۳٤۔ ابوداؤد، کتاب المناسك، باب ما یلبس المحرم، رقم: ۱۸۲۵۔ ترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی ما یجوز للمحرم لبسهٗ، رقم: ۸۳۳۔ نسائی، کتاب مناسك الحج، باب النهی عن ان تنتقب المرأة الحرام، رقم: ۲٦۷٤.

''عورت حالت احرام میں نقاب نہیں لگائے گی۔''

اور برقعہ کی حیثیت نقاب سے فزوں تر ہے۔اسی طرح عورت اگراحرام سے پہلے دستانے پہنے ہوں گی تو انہیں بھی احرام کی نیت کرتے وقت اتار دے گی۔ قفاز (دستانہ) دونوں ہاتھوں کے لیے بنا ہوا ایک ایسا مخصوص لباس ہے، جس میں ہاتھوں کو ڈال کر چھپایا جاتا ہے۔

نقاب یا برقعہ کے علاوہ کسی دوسری چیز سے اپنا چہرہ چھپا سکتی ہے بایں طور کہ ہاتھوں کو اپنے اضافی کپڑوں کے اندر کرلے گی کیونکہ چہرہ اور دونوں ہاتھ پردے میں داخل ہیں، جن کا حالت احرام یا غیر احرام میں مردوں سے چھپانا واجب ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خواتین مکمل طور پر عورت (غیرمحرم سے چھپانے کی چیز) ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ایسے کپڑے پہنیں گی جن سے مکمل ستر پوشی ہو اور محمل سے سایہ بھی حاصل کرسکتی ہیں، البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نقاب اور قفاز (دستانہ) پہننے سے منع کیا ہے۔ قفاز (دستانہ) ہاتھوں کے لیے بطورِ غلاف (لفافہ) بنایا جاتا ہے۔ اگر عورت حالت احرام میں اپنا چہرہ کسی ایسی چیز سے چھپاتی ہے، جو چہرہ سے مس نہ کرتی ہو تو یہ متفقہ طور پر جائز ہے اور اگر چہرہ سے مس کرتی ہو تو صحیح مسلک کے مطابق یہ بھی جائز ہے، اسے اس بات کا مکلّف نہیں بنایا جائے گا کہ اپنے پردہ کو چہرہ سے لکڑی یا ہاتھ یا کسی دوسری چیز کے ذریعہ دور رکھے کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو یکساں حیثیت دی ہے اور دونوں کو آدمی کے بدن (دھڑ) کی حیثیت حاصل ہے نہ کہ اس کے سر کی حیثیت، ازواجِ مطہرات (رضوان اللہ علیہن) اپنے چہروں پر پردے ڈال لیتی تھیں، اس کی پرواہ نہیں کرتی تھیں کہ وہ چہروں سے دور رہیں۔

کسی اہل علم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطورِ حدیث یہ نقل نہیں کیا ہے۔((احرام المرأة فی وجهها.))

یعنی عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے، بلکہ یہ بعض علماء سلف کا مقولہ ہے۔

علامہ ابن القیم تہذیب السنن (۳۵۰/۲) میں لکھتے ہیں:

''حالت احرام میں سوائے نقاب کی ممانعت کے رسولِ اکرم ﷺ سے اس سلسلے میں ایک لفظ بھی نہیں ثابت ہے کہ عورت اپنا چہرہ کھلا رکھے گی۔''

مزید لکھتے ہیں:

''سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ حالت احرام میں وہ اپنے چہرے کو ڈھکے رہتی تھیں۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''سواروں کے قافلے ہم سے گزرتے تھے اور ہم رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں ہوتی تھیں، جب وہ ہمارے بالکل سامنے آجاتے تو ہم اپنے چہروں پر اپنی چادریں ڈال لیا کرتی تھیں اور جب وہ ہم سے آگے بڑھ جاتے تو ہم اپنے چہروں کو کھول لیتی تھیں۔'' [1]

احرام میں خواتین کے لیے کون سا لباس جائز ہے:

حالت احرام میں خواتین کے لیے جملہ زنانہ لباسوں کا استعمال جائز ہے، بشرطیکہ وہ زیب و زینت والے نہ ہوں اور مردانہ لباسوں کے مشابہ نہ ہوں اور نہ اتنے تنگ و چست ہوں کہ جسمانی اعضاء کی ساخت واضح ہوتی ہو اور نہ اتنے باریک ہوں کہ ان کے نیچے سے جسم جھلکتا ہو اور نہ اتنے چھوٹے ہوں کہ ہاتھ اور پیر کھلے ہوں بلکہ طویل، موٹے اور کشادہ ہونے ضروری ہیں۔ علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اس امر پر اجماع ہے کہ عورت احرام کی حالت میں قمیص، پائجامہ، اوڑھنی اور موزے استعمال کرسکتی ہے۔'' (المغنی: ۳۲۸/۳)

[1] المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ۴۰۳۰/۹۔ ابو داؤد، ابواب المناسك، باب فی المحرمة تغطی وجهها، رقم: ۱۸۳۳۔ ابن ماجه، ابواب المناسك، باب المحرمة تسدل الثوب علی وجهها، رقم: ۲۹۳۵.

لباس کے سلسلے میں عورت کسی خاص قسم کے رنگ کی پابند نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے مناسب جو رنگ چاہے سرخ، ہرا، سیاہ کسی بھی رنگ کا لباس پہن سکتی ہے، بلکہ کسی ایک رنگ کے پہنے ہوئے لباس کو جب چاہے دوسرے رنگ کے لباس سے تبدیل بھی کرسکتی ہے۔

خواتین کے تلبیہ پکارنے کا حکم اور اس کی کیفیت:

احرام کے بعد خواتین کے لیے تلبیہ پکارنا مسنون ہے، لیکن اتنی آواز سے کہ وہ خود سن سکیں۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ عورت کے حق میں یہی مسنون ہے کہ وہ بلند آواز سے تلبیہ نہیں پکارے گی، بلکہ اتنی آواز سے تلبیہ پکارے گی کہ وہ خود سن سکے۔ فتنہ کے خوف سے بلند آواز سے اس کا تلبیہ پکارنا مکروہ ہے، اسی وجہ سے خواتین کے حق میں نہ تو اذان مشروع ہے اور نہ ہی اقامت اور نماز میں متنبہ کرنے کے لیے تسبیح (سبحان اللہ کہنے) کے بجائے تالی بجانا اس کے حق میں مسنون ہے۔'' (المغنی: ۲/۳۳۰، ۳۳۱)

طوافِ کعبہ کے وقت خواتین کیا کریں؟

طوافِ کعبہ کے وقت خواتین پر مکمل ستر پوشی، آواز کا پست رکھنا، نظر نیچی رکھنا اور مردوں کی بھیڑ میں خصوصاً حجر اسود اور رکن یمانی کے قریب نہ جانا واجب ہے۔ مطاف کے بالکل آخری حصہ میں جہاں مردوں کا ازدحام نہ ہو ان کا طواف کرنا زیادہ بہتر اور افضل ہے بہ نسبت مطاف کے قریبی حصہ میں بیت اللہ سے قریب رہ کر طواف کرنے کے، کیونکہ مردوں کے ساتھ ازدحام لگانا فتنہ کی وجہ سے حرام ہے اور بیت اللہ (خانہ کعبہ) سے قریب رہنا اور حجر اسود کا بوسہ دینا، اگر بہ سہولت ان کا حصول ممکن ہو تو یہ زیادہ سے زیادہ سنت ہے، لہٰذا ایک سنت کے حصول کی خاطر حرام کام کا ارتکاب نہیں

کرنا چاہیے، بلکہ اس صورتِ حال میں ان کے لیے ان دونوں پر عمل کی سنیت بھی باقی نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ اس صورتِ حال میں ان کے لیے مسنون یہی ہے کہ جب حجر اسود کے بالمقابل ہوں گی تو اس کی طرف اشارہ کریں گی۔

امام نووی رحمہ اللہ المجموع (۸/۳۷) میں لکھتے ہیں:

''ہمارے اصحاب (شوافع) کا قول ہے کہ خواتین کے لیے حجر اسود کا بوسہ یا اس کا استلام (ہاتھ سے چھو کر اس کو بوسہ دینا) غیر مستحب ہے، مگر یہ کہ رات وغیرہ میں جب مطاف خالی ہو تو ایسا کر سکتی ہیں کیونکہ اس میں خود ان کے لیے اور دوسرے لوگوں کے لیے ضرر اور فتنہ ہے۔''

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ المغنی (۳/۳۳۱) میں لکھتے ہیں:

''خواتین کے لیے رات میں طواف کرنا مستحب ہے، کیونکہ رات کے وقت طواف میں زیادہ ستر پوشی ہوتی ہے، ازدحام بھی کم ہوتا ہے، اس وقت بیت اللہ سے قربت اور حجر اسود کا استلام بھی ان کے لیے ممکن ہوسکتا ہے۔''

خواتین کی سعی کب درست ہوگی؟

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ المغنی (۳/۳۹۴) میں لکھتے ہیں:

''خواتین کے طواف اور ان کی سعی میں معمول کے مطابق چلنا ہے۔''

علامہ ابن المنذر فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ طوافِ کعبہ میں خواتین پر رمل نہیں ہے اور نہ ہی صفا و مروہ کے مابین سعی ہے۔ اسی طرح ان پر اضطباع (داہنے کندھے کو کھولنا) بھی نہیں ہے، کیونکہ رمل (دلکی چال) اور اضطباع کا مقصد طاقت وقوت کا مظاہرہ ہے اور خواتین سے طاقت وقوت کا مظاہرہ مطلوب نہیں ہے بلکہ ان سے ستر پوشی مطلوب ہے۔ رمل و اضطباع میں

اس کے برخلاف بے پردگی پائی جاتی ہے۔''

حائضہ اور ارکانِ حج کی ادائیگی:

حائضہ عورت طہارت حاصل کرنے تک کن اعمال حج کو ادا کرے گی؟

حائضہ تمام اعمال حج ادا کرے گی۔ احرام باندھے گی، وقوف عرفہ کرے گی، مزدلفہ میں رات گزارے گی، کنکری مارے گی البتہ بیت اللہ کا طواف پاک ہونے سے پہلے نہیں کرے گی۔ دلیل ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض آ جانے پر ان سے فرمایا تھا:

((اِفْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطَهَّرِي.)) ❶

''تمام اعمال حج کو انجام دو البتہ طہارت حاصل کرنے تک بیت اللہ کے طواف سے رکی رہو۔''

امام مسلم رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے:

((فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَغْتَسِلِي.)) ❷

''وہ سارے مناسک حج ادا کرو جن کو ایک حاجی ادا کرتا ہے، البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا، یہاں تک کہ غسل (طہارت) سے فارغ ہو جاؤ۔''

امام شوکانی نیل الاوطار (۵/۴۹) میں لکھتے ہیں:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب تقضی الحائض المناسك كلها الا لطواف بالبيت، رقم: ۳۰۵۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجوه الاحرام وانه يجوز افراد الحج والتمتع والقران، رقم: ۲۹۱۹.

❷ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجوه الاحرام وانه يجوز افراد الحج والتمتع والقران، رقم: ۲۹۱۸.

”مذکورہ حدیث سے حائضہ کے لیے طواف سے نہی (ممانعت) واضح طور پر ثابت ہوتی ہے، یہاں تک کہ حیض کا خون بند ہوجائے اور وہ غسل (طہارت) سے فارغ ہوجائے اور نہی (ممانعت) فساد کو چاہتی ہے، جس سے عمل کا بطلان مراد ہوتا ہے، لہٰذا اس حائضہ کا طواف باطل ہے، یہی جمہور کا قول ہے۔“

ایسی عورت صفا ومروہ کے مابین سعی بھی نہیں کرے گی، کیونکہ سعی اس طواف کے بعد ہی صحیح ہوسکتی ہے جسے حج کے رکن کی حیثیت حاصل ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے سعی طواف کے بعد ہی کی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ المجموع (۸/۸۲) میں لکھتے ہیں:

”اگر کسی نے طواف سے پہلے سعی کر لی تو ہمارے نزدیک اس کی سعی درست نہیں ہوگی۔“

یہی جمہور علماء کا قول ہے۔ امام ماوردی سے ہم یہ نقل کر آئے ہیں کہ انھوں نے اس بارے میں اجماع نقل کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد (رحمہم اللہ) کا بھی یہی مذہب ہے۔ علامہ ابن المنذر نے امام عطاء اور بعض اہل الحدیث سے اس کی صحت نقل کی ہے۔ (یعنی اگر طواف سے پہلے سعی کر لی تو اس کی سعی صحیح مانی جائے گی۔) ہمارے اصحاب (علماء مذہب) نے امام عطاء اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ سے اسے نقل کیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طواف کے بعد ہی سعی کی تھی اور فرمایا تھا:

((لِتَأْخُذُوا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ.)) [1]

”تاکہ تم مجھ سے اپنے مناسک حج حاصل کرلو۔“

رہی صحابی رسول ابن شریک رضی اللہ عنہ کی حدیث، جس میں آپ فرماتے ہیں: میں حج کے لیے رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ نکلا تھا، لوگ آپ ﷺ کے پاس آتے۔ بعض

[1] المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ۱٤٦٢٤/٥۔

کہتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! میں نے طواف سے پہلے سعی کر لی یا یہ کہ میں نے ایک عمل کو دوسرے عمل پر مقدم یا مؤخر کر دیا تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے:

((لَا حَرَجَ إِلَّا عَلَىٰ رَجُلٍ اِقْتَرَضَ مِنْ عِرْضِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ وَهُوَ ظَالِمٌ فَذٰلِكَ الَّذِي هَلَكَ وَحَرَجَ.)) [1]

''کوئی حرج نہیں ہے، سوائے اس شخص کے جس نے مسلمان شخص کی عزت ظالمانہ طریقے سے برباد کی تو وہ البتہ تباہ ہوگیا، حرج میں پڑ گیا (اور گنہگار رہوا)۔''

تو اس حدیث کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے، اس کے تمام رواۃ صحیحین کے رواۃ ہیں، سوائے صحابی رسول امامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کے۔

اس حدیث کو علامہ خطابی وغیرہ نے جس معنی ومفہوم پر محمول کیا ہے، اسی پر محمول کیا جائے گا اور وہ یہ ہیکہ سائل کا یہ کہنا کہ میں نے طواف سے پہلی سعی کر لی یعنی طواف قدوم کے بعد اور طواف افاضہ سے پہلے سعی کر لی۔

طواف کے بعد سعی کا حکم:

استاذِ محترم علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ اپنی تفسیر اضواء البیان (۲۵۲/۵) میں فرماتے ہیں:

''واضح ہو کہ جمہور اہل علم کا قول ہے کہ سعی طواف کے بعد ہی صحیح ہوسکتی ہے، اگر طواف سے پہلے سعی کر لی تو یہ سعی جمہور کے نزدیک صحیح نہیں ہوگی، اس کے قائلین میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں۔ امام ماوردی وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔''

اس کے بعد شیخ موصوف نے امام نووی کا کلام اور صحابی رسول ابن شریک رضی اللہ عنہ

---

[1] ابو داؤد، کتاب المناسك، باب فی من قدم شيئًا قبل شيئی فی حجه، رقم: ۲۰۱۸.

کی حدیث کا جواب جس کا ابھی تذکرہ کیا گیا ہے، نقل کیا ہے، پھر فرماتے ہیں:

''حدیث میں سائل کے اس قول ((قَبْلَ أَنْ أَطُوفَ))سے مراد طواف افاضہ ہے، جس کو رکن کی حیثیت حاصل ہے اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس نے طواف قدوم جس کو رکن کی حیثیت نہیں حاصل ہے کے بعد سعی کی تھی۔''

علامہ ابن قدامہ المغنی (۵/۲۵۰ طبع ہجر) میں رقم طراز ہیں:

''سعی طواف کے تابع ہے، لہٰذا طواف سے پہلے سعی کرنا درست نہیں ہے، اگر طواف سے پہلے کسی نے سعی کر لی تو یہ سعی صحیح نہیں ہوگی۔ امام مالک، امام شافعی اور اصحاب رائے رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام عطاء رحمہ اللہ کے قول کے مطابق یہ سعی صحیح ہو جائے گی۔ امام احمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر بھول سے سعی پہلے کر لی تو صحیح ہو جائے گی اور اگر عمداً کی ہے تو درست نہیں ہوگی۔ کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ سے لاعلمی اور نسیان کی صورت میں تقدیم و تاخیر کے بارے میں سوال کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے ((لَا حَرَجَ)) (یعنی کوئی بات نہیں) فرمایا تھا۔''

اول الذکر مسلک کی توجیہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے طواف کے بعد سعی کی تھی اور فرمایا تھا:

((لِتَأْخُذُوا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ.)) [1]

''اپنے مناسک حج مجھ سے سیکھو۔''

سابقہ سطور سے واضح ہوگیا کہ طواف سے ماقبل سعی کو صحیح قرار دینے والوں کا سیّدنا ابن شریک رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے استدلال درست نہیں ہے۔ حدیث میں اس مسئلے سے کوئی تعرض ہی نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ مذکور حدیث دو میں سے کسی ایک حالت

[1] المسند للامام احمد، رقم الحديث: ٥/ ١٤٦٢٤.

پر محمول کی جائے گی یا تو یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے، جس نے طواف افاضہ سے پہلے طواف قدوم کے بعد سعی کی۔ لہٰذا اس کی سعی طواف کے بعد ہی ہوئی یا یہ حدیث بھول کا شکار ہوجانے والے اور جاہل کے حق میں قصداً طواف سے پہلے سعی کرنے والے کے بارے میں نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں میں نے قدرے تفصیل سے کام لیا ہے، کیونکہ آج کے دور میں بعض ایسے حضرات ظاہر ہوئے ہیں، جو مطلقاً طواف سے پہلے سعی کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ ((وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ))

طواف کے بعد عورت کو حیض آ جائے تو سعی کر سکتی ہے؟

تنبیہ: طواف سے فراغت کے بعد اگر عورت کو حیض آ جائے تو حالت حیض ہی میں سعی کر سکتی ہے، کیونکہ سعی کے لیے طہارت (پاکیزگی) لازمی شرط نہیں ہے۔ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ المغنی (۲۴۶/۵) میں لکھتے ہیں:

"اکثر اہل علم کے نزدیک سعی کے لیے طہارت شرط نہیں ہے اس کے قائلین امام عطاء، امام مالک، امام شافعی، امام ابوثور (رحمہم اللہ) اور دیگر اصحاب رائے ہیں۔"

مزید لکھتے ہیں؛ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میں نے امام احمد رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر عورت کو طوافِ کعبہ سے فراغت کے بعد حیض آ جائے تو صفا و مروہ کی سعی کر کے واپسی کے لیے نکل سکتی ہے۔"

سیّدہ عائشہ وام سلمہ (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں:

"طوافِ کعبہ اور اس کی دو رکعتوں سے فراغت کے بعد عورت کو حیض آ جائے تو صفا و مروہ کی سعی کر سکتی ہے۔"

(اثرم نے اس کو روایت کیا ہے۔)

خواتین کا مزدلفہ سے کوچ کرنا اور کنکری مارنے کا حکم:

چاند چھپ جانے کے بعد لوگوں کے ازدحام کے خوف سے خواتین کا کمزور اور ضعیف لوگوں کے ساتھ مزدلفہ سے کوچ کرنا اور منیٰ پہنچ کر جمرہ عقبہ کو کنکری مارنا جائز ہے۔ علامہ موفق الدین ابن قدامہ المغنی (۳۷۶/۵) میں لکھتے ہیں:

''کمزور، ضعیف لوگوں اور خواتین کو مزدلفہ سے منیٰ کے لیے پہلے روانہ کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے خاندان کے ضعیف اور کمزور لوگوں کو پہلے ہی روانہ کر دیا کرتے تھے۔ امام عطاء، ثوری، شافعی، ابوثور (رحمہم اللہ) نیز دیگر اصحاب رائے کا یہی مسلک ہے، ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں کسی نے مذکورہ قول کی مخالفت نہیں کی ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں کمزور ناتواں لوگوں کے ساتھ نرمی و شفقت پائی جاتی ہے۔ پھر اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کے ساتھ بھیڑ بھاڑ اور ازدحام کی مشقت سے انہیں بچانا اور محفوظ رکھنا بھی ہے۔''

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار (۷۰/۵) میں لکھتے ہیں:

''دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے جنھیں رخصت حاصل نہیں ہے، کنکری مارنے کا وقت طلوعِ آفتاب کے بعد ہے اور جنہیں رخصت حاصل ہے، جیسے خواتین، ضعیف اور کمزور لوگ، ان لوگوں کے لیے طلوعِ آفتاب سے پہلے کنکری مارنا جائز ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ المجموع (۱۲۵/۸) میں امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر علماء مذہب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کمزور، ضعفاء اور خواتین وغیرہ کے حق میں سنت یہ ہے کہ انہیں نصف

شب کے بعد طلوعِ فجر سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کے لیے روانہ کر دیا جائے، تا کہ لوگوں کے ازدحام اور بھیڑ سے پہلے ہی جمرہ عقبہ کو کنکری مار کر فارغ ہو جائیں۔''

اس کے بعد موصوف نے دلیل کے طور پر متعدد احادیث ذکر کی ہیں۔

حج یا عمرہ میں عورت اپنے بالوں کو کتنا کاٹے گی؟

خواتین کو حج یا عمرہ میں اپنے سروں کا حلق کرانا (یعنی منڈوانا) جائز نہیں ہے بلکہ بالوں کے اوپری حصہ سے صرف ایک انگلی کے برابر بال کاٹ لیں گی۔ علامہ ابن قدامہ المغنی (۳۱۰/۵) میں لکھتے ہیں:

''خواتین کے حق میں قصر (یعنی بال چھوٹا کروانا) مشروع ہے، نہ کہ حلق، اس میں علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس پر علامہ ابن المنذر نے اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے، کیونکہ ان کے حق میں حلق (یعنی بال کا منڈوانا) ایک طرح سے مثلہ (اللہ کی بنائی ہوئی شکل وصورت کو مسخ کرنا) ہے۔''

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ، إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيرُ.)) ❶

''خواتین پر حلق نہیں ہے، بلکہ ان پر تقصیر ہے۔''

اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا.)) ❷

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو حلق کرانے سے منع فرمایا ہے۔''

امام احمد رحمہ اللہ کا کہنا ہے عورت ہر چوٹی سے ایک انگلی کے پورے کے برابر بال کاٹ

---

❶ ابو داؤد، کتاب المناسک، باب الحلق والتقصیر، رقم: ۱۹۸۴.

❷ ترمذی، ابواب الحج، باب ما جاء فی کراھیۃ الحلق للنساء، رقم: ۹۱۴۔ نسائی، کتاب الزینۃ، باب النھی عن حلق المرأۃ رأسھا، رقم: ۵۰۵۲.

لے گی۔ یہی سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما، امام شافعی، اسحاق اور ابو ثور (رحمہم اللہ) کا بھی قول ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے سنا ہے آپ سے ایک ایسی عورت کے متعلق سوال کیا گیا جو اپنے تمام بالوں سے قصر کرتی ہو؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! تمام بالوں کو سر کے اگلے حصہ پر اکٹھا کر کے ان کے سرے سے ایک انگلی کے برابر کاٹ لے گی۔"

امام نووی رحمہ اللہ المجموع (۸/۱۵۰،۱۵۴) میں لکھتے ہیں:

"علماء کا اس پر اجماع ہے کہ خواتین کو حلق (بال منڈوانے) کا حکم نہیں دیا جائے گا، بلکہ ان کو تقصیر (چھوٹا) کرانا ہے، اس لیے کہ حلق ان کے حق میں بدعت اور مثلہ ہے۔"

عورت احرام سے کب حلال ہوگی:

جمرہ عقبہ کو کنکری مارنے اور بالوں کی تقصیر کرانے کے بعد عورت اپنے احرام سے حلال ہو جاتی ہے، احرام کی وجہ سے جو چیزیں اس پر حرام تھیں، سب حلال ہو جائیں گی البتہ وہ شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی۔ طواف افاضہ (زیارت) سے پہلے شوہر کو بیوی سے ہم بستری کی اجازت نہیں ہے اور عورت اپنے شوہر کو طواف زیارت سے پہلے اس کی اجازت بھی نہیں دے سکتی۔ اگر اس درمیان شوہر نے اس سے صحبت کر لی تو اس پر فدیہ واجب ہو جائے گا، یعنی مکہ میں ایک بکری ذبح کر کے اس کے گوشت کو حرم کے فقراء و مساکین پر تقسیم کرنا پڑے گا، کیونکہ شوہر نے حلال اول کے بعد وطی کی ہے۔

حائضہ سے طواف وداع ساقط ہے:

طواف افاضہ (زیارت) کے بعد اگر عورت کو حیض آ جائے تو اس کو اجازت ہے جب چاہے سفر کر سکتی ہے۔ طوافِ وداع اس سے ساقط ہو جائے گا۔ دلیل سیّدہ عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، فرماتی ہیں:

((حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ قَالَتْ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَاضَتْ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ، قَالَ: فَلْتَنْفِرْ إِذَنْ.)) ❶

"صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو طوافِ افاضہ کے بعد حیض آ گیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ ہمیں روکنے والی ہے؟ میں نے کہا: انہوں نے طوافِ افاضہ کرلیا ہے۔ طوافِ افاضہ کے بعد ان کو حیض آیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تب وہ واپسی کے لیے نکل پڑیں۔"

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

((أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ طَوَافًا إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْمَرْأَةِ الْحَائِضِ.)) ❷

"لوگوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ ان کا آخری وقت خانہ کعبہ کے طواف کے ساتھ ہو، (یعنی طوافِ وداع کریں) مگر حائضہ کے حق میں تخفیف کردی گئی ہے۔ (یعنی اس سے یہ معاف کر دیا گیا ہے۔)"

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے ایک دوسری روایت ہے، جس میں آپ فرماتے ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَصْدُرَ قَبْلَ أَنْ تَطُوفَ

❶ صحيح بخاری، كتاب المناسك، باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت، رقم: ۱۷۶۲۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض، رقم: ۳۲۲۲.

❷ صحيح بخاری، كتاب المناسك، باب طواف الوداع، رقم: ۱۷۵۵۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض، رقم: ۳۲۲۰.

بِالْبَيْتِ إِذْ كَانَتْ قَدْ طَافَتْ فِي الْإِفَاضَةِ.)) ❶

''نبی کریم ﷺ نے حائضہ عورت کو طواف (وداع) سے قبل واپس ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، بشرطیکہ طواف افاضہ پہلے کر چکی ہو۔''

امام نووی رحمہ اللہ المجموع (۲۸۱/۸) میں علامہ ابن المنذر کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''تمام اہل علم کا یہی قول ہے، ان میں امام مالک، اوزاعی، ثوری، احمد، اسحاق، ابوثور، ابوحنیفہ (رحمہم اللہ) وغیرہ شامل ہیں۔''

علامہ ابن قدامہ المغنی (۴۶۱/۳) میں لکھتے ہیں:

''یہی عام فقہاء کا قول ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''نفاس والی عورت کا بھی وہی حکم ہے جو حائضہ کا ہے، کیونکہ کسی چیز کے ساقط ہونے یا واجب ہونے میں حیض ونفاس دونوں کا حکم یکساں ہے۔''

خواتین کے لیے مسجد نبوی ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کا حکم:

نماز کی ادائیگی اور ذکر ودعاء کے لیے مسجد نبوی ﷺ کی زیارت خواتین کے حق میں مستحب ہے۔ بشرطیکہ ان کی زیارت محرم کے ساتھ ہو، لیکن قبر رسول ﷺ کی زیارت ان کے لیے جائز نہیں ہے کیونکہ زیارت قبور سے خواتین کو منع کیا گیا ہے۔ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ سابق مفتی سعودی عرب اپنے مجموع فتاویٰ (۲۳۹/۳) میں لکھتے ہیں:

''اس مسئلہ میں صحیح اور راجح مسلک یہ ہے کہ خواتین کے لیے قبر نبوی ﷺ کی زیارت دو اسباب کی بناء پر ممنوع ہے۔''

❶ المسند للامام احمد، رقم الحديث: ۱/ ۳۵۰۵.

سببِ اوّل: نہی (ممانعت) کے دلائل کی عمومیت اور جب کسی چیز سے نہی (ممانعت) عام ہو تو اس نہی کی تخصیص کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

سببِ دوم: جس علت اور سبب کی وجہ سے خواتین کو زیارتِ قبور سے منع کیا گیا ہے، وہ علت یہاں بھی موجود ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے اپنے مناسک حج میں مسجد نبوی کے زائرین کے لیے قبر نبوی کی زیارت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"قبر نبوی کی زیارت خاص طور سے مردوں کے لیے مشروع ہے، خواتین کے لیے کسی بھی قبر کی زیارت جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجدیں بنانے والے اور چراغاں کرنے والے مردوں پر لعنت بھیجی ہے۔ البتہ مسجد نبوی میں نماز کی ادائیگی اور دعا وغیرہ جیسے اعمال جو تمام مساجد میں مشروع ہیں، ان کے لیے مدینہ کا رخت سفر باندھنا ہر ایک کے لیے مشروع ہے۔"

باب نہم:

ازدواجی زندگی کے خاص مسائل

نکاح کی حکمت:

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ○ ﴾ (الروم: ۲۱)

''اس (کی قدرت) کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ، اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔''

﴿ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○ ﴾

(النور: ۳۲)

''تم میں سے جو مرد وعورت بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کردو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنادے گا، اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔''

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس میں ایک طرح سے شادی کرنے کرانے کا حکم دیا گیا ہے۔ صاحب استطاعت وقدرت شخص

کے حق میں اہل علم کی ایک جماعت شادی کے وجوب کی قائل ہے وہ حدیث کے ظاہری معنی سے استدلال کرتی ہے، جس میں رسولِ اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.)) [1]

''نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شادی کی طاقت رکھتا ہے، اسے شادی کر لینا چاہیے کیونکہ شادی نگاہوں کو پست رکھنے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی ہے، اور جس کو طاقت نہ ہو اسے روزہ رکھنا چاہیے اس لیے کہ روزہ اس کی قوتِ شہوت کو توڑنے والا ہے۔''

(اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنی صحیحین میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔)

شادی معاشی خوشحالی کا سبب ہے:

اس کے بعد علامہ موصوف نے مذکورہ آیت کے ٹکڑے ﴿ إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ سے استدلال کرتے ہوئے شادی کو معاشی خوشحالی کا سبب قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آثار نقل کیے ہیں۔

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

''شادی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجا لاؤ، اللہ تعالیٰ نے تم سے معاشی فراوانی کا جو وعدہ کیا ہے، اسے پورا کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم الباءة، رقم: ٥٠٦٦۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن ثاقت نفسه الیه، رقم: ٣٣٩٨۔ ترمذی، ابواب النکاح عن رسول اللّٰہ ﷺ، رقم: ١٥٨١۔ نسائی، کتاب النکاح، باب الحث علی النکاح، رقم: ٣٣٠٧۔ ابو داؤد، کتاب النکاح، باب التحریض علی النکاح، رقم: ٢٠٤٦۔ ابن ماجه، ابواب النکاح، باب ما جاء فی فضل النکاح، رقم: ١٨٤٥۔

﴿ اِنْ یَکُوْنُوْا فُقَرَاءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ ﴾

(النور: ۳۲)

"اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا، اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔"

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے:

"نکاح (شادی) میں اقتصادی خوشحالی تلاش کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنْ یَکُوْنُوْا فُقَرَاءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ ﴾

(النور: ۳۲)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس اثر کو علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اسی معنی و مفہوم کا ایک اثر علامہ بغوی رحمہ اللہ نے سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔" [1]

مومنوں کے لیے شادی وطلاق کو مباح قرار دیا گیا ہے:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۹۰/۲۳) میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے شادی اور طلاق کو مباح قرار دیا ہے، چنانچہ اسلام میں دوسرے مرد سے شادی کر لینے اور اس کے طلاق دے دینے کے بعد اپنی مطلقہ عورت سے شادی کی اجازت ہے، لیکن نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے پر شادی کو حرام قرار دیتے ہیں اور جن لوگوں نے اس کو مباح قرار دیا ہے، انھوں نے طلاق کی اجازت نہیں دی ہے۔ یہود

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ٥/ ٩٤-٩٥ مطبوعہ دار الاندلس۔

طلاق کی اجازت دیتے ہیں لیکن مطلقہ اگر کسی دوسرے آدمی سے شادی کرلیتی ہے تو ان کے نزدیک وہ پہلے شوہر پر حرام ہوجاتی ہے۔ اسی طرح نصاریٰ کے یہاں طلاق نہیں ہے اور یہود کے یہاں دوسرے مرد سے شادی کرلینے کے بعد مطلقہ عورت کا رجوع نہیں ہوسکتا۔ لیکن مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کو جائز ومباح قرار دیا ہے۔''

ازدواجی زندگی کے تین اہم مقاصد:

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ الھدی النبوی (۱۴۹/۳) میں ازدواجی زندگی کے ایک اہم مقصد جماع (میاں بیوی کی صحبت) کے فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: جماع درحقیقت تین امور کے لیے بنایا گیا ہے اور انہی تینوں امور کو جماع کے اصل اور بنیادی مقاصد کی حیثیت حاصل ہے:

(۱) نسل کا تحفظ و بقاء اور اس کا استمرار و دوام، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی مقدر کردہ تعداد دنیا میں ظاہر ہوکر مکمل ہوجائے۔

(۲) اس پانی کا اخراج جس کا رک جانا اور جمع ہوجانا پورے جسم اور بدن کے لیے نقصان دہ ہوسکتا ہے۔

(۳) شہوت پوری کرنا، لذت حاصل کرنا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا۔

شادی کے عظیم فوائد:

شادی کے متعدد عظیم فوائد ہیں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ زنا جیسے برے عمل سے بچاؤ اور محرمات کی جانب بری نگاہ اٹھانے سے تحفظ فراہم کرتی ہے۔

شادی ہی کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے نسل کی بقاء، حسب ونسب کی حفاظت اور میاں بیوی کے مابین قلبی سکون اور روحانی طمانیت حاصل ہوتی ہے۔

مسلم معاشرے میں جس صالح اور مثالی خاندان کو ایک اہم عنصر کی حیثیت حاصل

ہے اس کی تشکیل کے لیے زوجین کے درمیان باہمی تعاون کا حصول شادی کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ اسی شادی ہی کے ذریعہ شوہر بیوی کی کفالت اور اس کو تحفظ فراہم کرنے کی ذمہ داری کو نبھاتا ہے اور بیوی گھریلو ذمہ داری کو ادا کرتی ہے۔ اسی شادی کے ہی ذریعہ ایک عورت کو کاروبار حیات میں اپنی مناسب اور صحیح کارکردگی کے مظاہرہ کا موقع ملتا ہے۔

گھر سے باہر سروس کرنے میں عورت کے عظیم نقصانات:

یہ دعویٰ کہ گھر سے باہر نکل کر سروس کرنے میں عورت مرد کے ہم سر اور برابر کی شریک ہے۔ درحقیقت یہ خود عورتوں اور انسانی معاشرے کے دشمنوں کا دعویٰ ہے، جنہوں نے عورتوں کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر ان کو ان کی اپنی حقیقی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا ہے، انہیں دوسروں کا عمل اور ان کا عمل دوسروں کو سونپ دیا ہے، جس کی پاداش میں خاندانی نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان حسن مفاہمت کے بجائے سوء تفاہم کی خلیج حائل ہو گئی ہے جو بیشتر حالات میں آپس کی جدائی یا ناپسندیدہ اور پریشان کن زندگی گزارنے کا سبب بنتی ہے۔

مرد وزن کی برابری کا نظریہ غلط اور باطل ہے:

استاذ محترم شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ اپنی تفسیر اضواء البیان (۴۲۲/۳) میں فرماتے ہیں؛ معلوم ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب اور پسندیدہ اعمال کی توفیق عطا فرمائے کہ تمام معاملات اور شعبہ ہائے زندگی میں مرد وزن کے درمیان برابری اور مساوات کا نظریہ غلط اور باطل ہونے کے ساتھ عقل و منطق، وحی آسمانی اور شریعت الٰہی کے بالکل مخالف و منافی ہے، اس کے سبب سے معاشرتی نظام میں جو فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے وہ ہر ایک کے لیے ظاہر و عیاں ہے، محض اسی شخص پر یہ فساد و بگاڑ مخفی ہو سکتا ہے، جس کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے سلب کر لیا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خواتین

کو ان کی اپنی مخصوص صفات کے ساتھ پیدا کر کے انسانی معاشرے کی تشکیل میں متعدد ساجھی داری اور مشارکت کے لائق اور مناسب بنایا کہ ان کے علاوہ دوسرے ان کاموں کے لیے موزوں ومناسب ہو ہی نہیں سکتے تھے، جیسے حمل، ولادت، رضاعت، بچوں کی تربیت، گھر کی خدمت، کھانا پکانے، آٹا گوندھنے، جھاڑو دینے جیسی گھریلو ذمہ داریوں کا بجالانا، یہ ساری ذمہ داریاں جن کو خواتین اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر رہ کر مکمل پردے، تحفظ، عفت و پاکدامنی، اپنی شرافت و کرامت اور انسانی اقدار کی رعایت کرتے ہوئے انجام دیتی ہیں، معاش کی خاطر مردوں کی تگ و دو سے کسی طرح کم نہیں ہوتی ہیں، لہٰذا ان گئے گزرے جاہل کفار اوران کی تقلید کرنے والوں کا یہ دعویٰ کہ عورتوں کو بھی گھروں سے باہر نکل کر کام کرنے کے سلسلے میں وہی حقوق حاصل ہیں جو مردوں کو حاصل ہیں۔ اس دعوے میں انسانی اقدار اور دین دونوں کا ضیاع ہے، جب کہ خواتین ایام حمل و رضاعت اور نفاس میں کسی با مشقت ڈیوٹی کو ادا کرنے کی قوت و طاقت نہیں رکھتی ہیں۔ یہ عام مشاہدے کی بات ہے، اگر عورت اور اس کا شوہر دونوں ہی گھر سے باہر کام کے لیے نکل جائیں گے تو چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال، شیر خوار بچوں کو دودھ پلانے اور ڈیوٹی سے فراغت کے بعد مردوں کی گھر واپسی کے وقت ان کے لیے کھانا وغیرہ کی تیاری جیسی ذمہ داریاں معطل ہو کر رہ جائیں گی، اگر کسی شخص کو اس عورت کی جگہ اجرت پر رکھ دیا جائے تو وہ شخص خود اس گھر کے اندر اسی تعطل کا شکار ہو کر رہ جائے گا جس تعطل سے فرار اختیار کرنے کے لیے عورت نے گھر سے باہر قدم نکالا تھا۔ علاوہ ازیں کام کے لیے عورت کا گھر سے باہر نکلنا اور اسے ہر طرح کے کاموں میں گھسیٹنا اس میں انسانی قدر اور دین دونوں کا ضیاع ہے۔

لہٰذا مسلم بہنوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اس قسم کے باطل پروپیگنڈوں کے قریب نہیں جانا چاہیے، کیونکہ ان پُر فریب پروپیگنڈوں سے متاثر ہونے والی خواتین کے حالات ہی ان پروپیگنڈوں کی ناکامی اور ان کے بطلان کی بہتر دلیل ہیں۔ کہا جاتا

ہے کہ تجربات واضح برہان کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مسلم بہنوں کی عمر ضائع ہونے سے پہلے شادی کرنی چاہیے:

مسلم بہنوں کو اپنے عنفوان شباب ہی میں عمر ضائع ہونے سے پہلے شادی کے سلسلے میں جلد بازی سے کام لینا چاہیے جب کہ وہ مردوں کی نظروں میں قابل رغبت ہوں۔ تعلیم جاری رکھنے یا سروس پر برقرار رہنے کی خاطر شادی کو کبھی بھی موخر نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ کامیاب ازدواجی زندگی میں ہی ان کی سعادت اور سکون مضمر ہے۔ شادی کے ذریعہ تعلیم یا سروس کے نقصانات کی تلافی کی جاسکتی ہے، لیکن تعلیم یا سروس خواہ وہ جس مقام و معیار کی ہو شادی کا متبادل نہیں ہوسکتی، انہیں اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو بجالانے اور اپنے بچوں کی تربیت کرنے میں پوری توجہ سے کام لینا چاہیے، یہی ان کا بنیادی عمل ہے جو ان کی زندگی میں کارآمد اور نفع بخش ہے، لہٰذا شادی کے مقابلہ میں کسی متبادل کی تلاش میں نہیں رہنا چاہیے کوئی دوسری چیز اس کے مساوی نہیں ہوسکتی۔ نیک بخت اور صالح شخص سے شادی کرنے میں کسی قسم کی تساہلی اور تاخیر نہیں برتنی چاہیے اس لیے کہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:

((إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهُ وَخُلُقَهُ فَانْكِحُوْهُ إِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ.)) [1]

''جب تمہارے پاس کوئی شخص آئے، جس کے دین واخلاق سے تم مطمئن اور راضی ہوتو اس سے (اپنی بچیوں کی) شادی کردو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ برپا ہوگا اور زبردست طریقے سے فساد اور برائی پھیلے گی۔''

(اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے۔ اس کے متعدد شواہد بھی ہیں۔)

---

[1] ترمذی، ابواب النکاح، باب ما جاء فی من ترضون دینه فزوجوه، رقم: ۱۰۸۴.

شادی کے لیے عورت کی رضا مندی:

جس خاتون کی شادی مقصود ہوتی ہے اس کی تین حالتوں میں سے کوئی ایک حالت ہوگی:

۱: یا تو وہ کم سن باکرہ (غیر شادی شدہ) ہوگی۔

۲: یا وہ بالغہ باکرہ ہوگی۔

۳: یا وہ ثیبہ ہوگی، یعنی جس کی پہلے شادی ہو چکی ہو اور ہر ایک کے لیے الگ مخصوص حکم ہے۔

کم سن لڑکی کا نکاح اس کا والد کر سکتا ہے:

کم سن باکرہ (غیر شادی شدہ) کے بارے میں علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے والد کو اس کی شادی کا حق حاصل ہے۔ کیونکہ کمسن بچی کی اجازت کا کوئی معنی ہی نہیں ہے۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی لخت جگر سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سال کی عمر میں کی تھی اور نو سال کی عمر میں ان کی رخصتی کر دی تھی۔ [1]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار (۱۲۸/۶، ۱۲۹) میں لکھتے ہیں:

''مذکورہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بلوغت سے قبل باپ کو بیٹی کی شادی کر دینے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''یہی حدیث اس امر پر بھی دال ہے کہ کم سن لڑکی کی شادی بڑی عمر کے مرد سے کی جا سکتی ہے۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب النکاح الرجل ولده الصغار، رقم: ۵۱۳۳۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز ترویج الاب البکر الصغیر، رقم: ۳۴۷۹۔ نسائی، کتاب النکاح، باب النکاح الرجل ابنته الصغیره، رقم: ۳۳۵۷.

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے اندر اسی پر ایک باب قائم کیا ہے۔ اور اس باب کے تحت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اسی حدیث کو ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس امر پر اجماع نقل کیا ہے۔

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ المغنی (۶/۴۸۷) میں تحریر کرتے ہیں: علامہ ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ:

''تمام اہل علم جن سے ہم نے علم اخذ کیا ہے، ان کا اس امر پر اجماع ہے کہ والد اپنی کم سن لڑکی کی شادی کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس نے شادی میں کفو کا لحاظ رکھا ہو۔''

میں (یعنی مؤلف) کہتا ہوں:

''سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ۶ سال کی عمر میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شادی کی ہے، اس میں ان لوگوں کی سخت تردید پائی جاتی ہے جو کم عمر بچیوں کی بڑی عمر کے لوگوں کے ساتھ شادی پر نکیر کرتے ہیں اور ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ کتاب وسنت سے جہالت کی بناء پر یا اس کے پیچھے غلط مقاصد کارفرما ہونے کی وجہ سے اسے غلط رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اسے ایک منکر کام تصور کرتے ہیں۔''

نکاح کے لیے عورت کی رضا مندی اس کی خاموشی میں ہیں:

باکرہ (غیر شادی شدہ) بالغہ عورت کی شادی اس کی رضا مندی اور اجازت کے بغیر نہیں کی جا سکتی اور اس کی خاموشی کو اجازت تصور کیا جائے گا، کیونکہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((لَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! فَكَيْفَ

إِذْنُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ.)) ❶

''باکرہ عورت کی شادی اس کی اجازت حاصل کیے بغیر نہیں کی جاسکتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا؛ یا رسول اللہ ﷺ! اس کی کیسے اجازت حاصل کی جائے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی اجازت یہ ہے کہ وہ خاموش رہے۔''

نکاح کے لیے لڑکی کی اجازت لازمی ہے:

لہٰذا اہل علم کے صحیح قول کے مطابق باکرہ بالغہ عورت سے اس کی شادی کی رضا مندی اور اجازت حاصل کرنا ضروری ہے، خواہ اس کی شادی کرنے والا اس کا والد ہی کیوں نہ ہو۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ الہدی النبوی (۹۶/۵) میں لکھتے ہیں:

''جمہور سلف اور امام ابوحنیفہ کا اور امام احمد رحمہما اللہ کا ایک روایت کے مطابق یہی قول ہے؛ یہی ہمارے نزدیک بھی راجح ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا قول ہم اختیار نہیں کرتے، کیونکہ یہی رسول اللہ ﷺ کے فرمان امر و نہی کے مطابق و موافق ہے۔''

بیوہ و مطلقہ عورت کے نکاح کے لیے اس کی اجازت ضروری ہے:

شادی شدہ عورت کی (دوسری) شادی بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں کی جاسکتی۔ البتہ اس کی اجازت صریح الفاظ (ہاں یا نہیں) میں حاصل کی جائے گی۔ برخلاف باکرہ (غیر شادی شدہ) عورت کے کہ اس کی خاموشی ہی کو اجازت تصور کیا جائے گا۔ المغنی (۴۹۳/۶) میں مذکور ہے:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا ینکح الاب وغیرہ البکر، رقم: ۵۱۳۷۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح باب استیذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت، رقم: ۳۴۷۳.

’’اس سلسلے میں اہل علم کے مابین ہمیں کسی اختلاف کا پتہ نہیں ہے کہ شادی شدہ عورت کی اجازت صریح الفاظ میں حاصل کی جائے گی، کیونکہ اس بارے میں واضح حدیث وارد ہے اور اس وجہ سے بھی کہ زبان ہی دل کی ترجمان ہے اور اسی کا ہر ایسے مقام پر اعتبار ہوتا ہے، جہاں اجازت کی ضرورت پڑتی ہے۔‘‘

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۳۲/ ۳۹۔۴۰) میں تحریر کرتے فرماتے ہیں:

’’کسی شخص کو یہ حق نہیں حاصل ہے کہ وہ کسی عورت کی شادی اس کی اجازت حاصل کیے بغیر کسی سے کردے۔ یہی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے، اگر عورت کسی شخص سے شادی کو ناپسند کرتی ہے تو اسے اس شخص سے شادی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں کم سن لڑکی کی شادی اس کا والد اجازت کے بغیر کرسکتا ہے، لیکن شادی شدہ بالغہ عورت کی شادی اجازت کے بغیر نہ تو باپ کرسکتا ہے اور نہ باپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص، اس مسئلہ میں تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اسی طرح بالغہ باکرہ (غیر شادی شدہ) عورت کی شادی باپ اور دادا کے علاوہ کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر نہیں کرسکتا، اس پر بھی مسلمانوں کا اجماع ہے۔ باپ اور دادا کو بھی اس سے اجازت حاصل کرنی چاہیے، لیکن علماء کے مابین اس اجازت کے حکم میں اختلاف ہے، آیا یہ واجب ہے یا مستحب؟ صحیح قول کے مطابق اجازت حاصل کرنا ان دونوں پر بھی واجب ہے۔ ولی الامر کو اس شخص کے متعلق خوفِ الٰہی اور تقویٰ کو مدنظر رکھنا ضروری ہے جس سے وہ اپنی لڑکی کا کفو بن سکتا ہے یا نہیں؟ لڑکی کی مصلحت اور اس کے مفاد کو پیش نظر رکھ کر اس کی شادی کرنی چاہیے نہ کہ اپنے مفاد اور اپنی مصلحت کی خاطر کسی بھی شخص کے

ساتھ شادی کرنی چاہیے۔''

لڑکی کی شادی میں ولی الامر کی شرط:

عورت کو اپنے موافق و مناسب شوہر کے انتخاب و اختیار کا جو حق دین اسلام نے عطا کیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کو اس بات کی مکمل چھوٹ اور آزادی دے دی گئی ہے کہ جس سے چاہے وہ شادی کر سکتی، خواہ اس کی اس شادی کی وجہ سے اعزاء و اقرباء اور اہل خاندان کی عزت و آبرو پر کسی قسم کی آنچ ہی کیوں نہ آئے بلکہ اسے ایک ایسے ولی سے مربوط کیا گیا ہے جس کی زیر نگرانی وہ اپنے شوہر کا انتخاب کرے گی۔ ولی اس کی صحیح رہنمائی کرے گا اور عقد نکاح کا وہی ذمہ دار ہوگا، اسی کے ہاتھوں عقد کے تمام امور انجام پائیں گے۔ عورت کو از خود شادی کرنے یا عقد نکاح کا حق حاصل نہیں ہے، اگر وہ از خود عقد نکاح کا عمل انجام دیتی ہے تو اس کا نکاح باطل ہوگا، کیونکہ سنن میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں آتا ہے:

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ.)) [1]

''جس عورت نے از خود اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔''

(امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو حسن کہا ہے۔)

سنن ہی میں یہ حدیث بھی مروی ہے:

---

[1] سنن ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء لا نکاح الا بولی، رقم: ۱۱۰۲۔ سنن ابو داؤد، کتاب النکاح، باب فی الولی، رقم: ۲۰۸۳۔ سنن ابن ماجه، ابواب النکاح، باب لا نکاح الا بولی، رقم: ۱۸۷۹.

((لَا نِكَاحُ إِلَّا بِوَلِيٍّ.)) ❶

''بغیر ولی کے نکاح نہیں ہے۔''

مذکورہ دونوں حدیثوں اور اس معنی و مفہوم کی دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ولی کے نکاح ہوتا ہی نہیں، کیونکہ کسی حکم کی نفی میں اصل صحت کی نفی ہوتی ہے۔

امام ترمذی کا ارشاد ہے:

''اسی حدیث پر اہل علم کا عمل ہے، جن میں سیّدنا عمر، علی، ابن عباس اور ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہم) وغیرہ بھی شامل ہیں، اسی طرح فقہاء تابعین سے بھی مروی ہے کہ بغیر ولی کے نکاح درست نہیں ہوتا۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق (رحمہم اللہ) کا بھی یہی قول ہے۔'' (ملاحظہ ہو: المغنی: ۶/۴۴۹)

نکاح کے اعلان کی غرض سے بچیوں کا دف بجانا:

نکاح کا اعلان اور اسے لوگوں کے مابین شہرت دینے کے لیے بچیوں کا دف بجانا مستحب ہے، بشرطیکہ یہ محض عورتوں کے درمیان ہو اور اس میں موسیقی یا دیگر آلات لہو و لعب نہ ہوں اور نہ ہی پیشہ ور گانے والیوں کی آواز میں ہو۔ اس موقع پر اشعار پڑھنے اور گیت گانے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ مردوں تک اس کی آواز نہ پہنچے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

((فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدَّفُّ وَالصَّوْتُ فِي النِّكَاحِ.)) ❷

''نکاح میں حلال و حرام کے درمیان فرق کرنے والی چیز دف کا بجانا اور

❶ سنن ترمذی، ابواب النکاح، باب ما جاء لا نکاح الا بولی، رقم: ۱۱۰۱۔ سنن ابن ماجه، ابواب النکاح، باب لا نکاح الا بولی، رقم: ۱۸۸۱.

❷ ترمذی، ابواب النکاح، باب ما جاء فی اعلان النکاح، رقم: ۱۰۸۸۔ نسائی، کتاب النکاح، باب اعلان النکاح بالصوت وضرب الدف، رقم: ۳۳۷۱۔ ابن ماجه، ابواب النکاح، باب اعلان النکاح، رقم: ۱۸۹۶.

گیت گانا ہے۔‘‘

اس حدیث کو امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ (رحمہم اللہ) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار (۲۰۰/۶) میں لکھتے ہیں:

’’یہ حدیث دلیل ہے کہ نکاح (شادی بیاہ) میں دف بجانا، بآواز بلند گیت گانا جیسے: ((أَتَیْنَاکُمْ أَتَیْنَاکُمْ ......)) [1] وغیرہ جائز ہے، بشرطیکہ ایسے گیت نہ ہوں جن سے شر و فساد کو ہوا ملتی ہو یا جن میں حسن و جمال، فسق و فجور اور جام و جم کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہو، کیونکہ یہ تمام چیزیں نکاح (شادی بیاہ) میں ویسے ہی حرام ہیں، جس طرح عام موقعوں پر حرام ہیں، اسی طرح دیگر تمام حرام لہو و لعب کی چیزیں حرام و ممنوع ہیں۔‘‘

شادی بیاہ میں فضول خرچی سے بچو:

مسلمان خواتین کو شادی بیاہ کے موقع پر زیورات اور کپڑوں کی خریداری میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ اس اسراف کے قبیل سے ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے اور بتلا دیا ہے کہ وہ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ o ﴾ (الانعام: ۱۴۱)

’’اور حد سے مت گزرو، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔‘‘

---

[1] سنن ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دلہن کی رخصتی کے موقع پر کہا تھا کہ تم لوگوں نے اس کے ساتھ کسی عورت کو کیوں نہیں بھیجا جو جا کر گاتی۔ ((أَتَیْنَاکُمْ أَتَیْنَاکُمْ فَحَیُّونَا نُحَیِّیکُمْ.)) ’’یعنی ہم تمہارے پاس آئے ہیں، ہم تمہارے پاس آئے ہیں، ہمارا یہاں آنا ہمیں اور تمہیں مبارک ہو۔‘‘ [المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ۵/ ۱۶۷۱۲۔ ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب الغناء والدف، رقم: ۱۹۰۰] عبدالحمید گوندل

لٰہذا انھیں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرتے ہوئے فخر و مباہات سے دور رہنا چاہیے۔

خاوند کی اطاعت واجب اور اس کی نافرمانی حرام ہے:

مسلم خواتین پر اپنے شوہروں کی اچھے اور نیک کاموں میں اطاعت وفرمانبرداری واجب ہے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَحَصُنَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ تْ.)) ❶

''اگر عورت نے اپنی پنج وقتہ فرض نمازیں ادا کرلے، اپنی عزت کی حفاظت کرے اور شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری کرے تو جنت میں جس دروازے سے چاہے گی داخل ہوجائے گی۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی دوسری حدیث مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ.)) ❷

''کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں نفلی روزے رکھے، مگر اپنے شوہر کی اجازت سے اور نہ اپنے شوہر کے گھر میں (کسی غیر کو آنے کی) اجازت دے، مگر اپنے شوہر کی اجازت سے۔''

---

❶ صحیح ابن حبان، کتاب النکاح، باب ذکر ایجاب الجنة للمرأة اذا اطاعت زوجها، رقم الحدیث: ٧/ ٤١٥١، طبع المکتبه الاثریه.

❷ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا تاذن المرأة فی بیت زوجها الا باذنه، رقم: ٥١٩٥۔ المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ٣/ ١٠١٧٢۔ ابو داؤد، کتاب الصوم، باب المرأة تصوم بغیر اذن زوجها، رقم: ٢٤٥٨.

فرشتوں کی لعنت:

آپ ہی سے تیسری حدیث مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَلَمْ تَأْتِهِ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ.)) ❶

''اگر آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلاتا ہے اور وہ نہیں آتی ہے جس کی وجہ سے شوہر اس پر ناراض ہو کر رات گزارتا ہے تو فرشتے اس (عورت) پر صبح ہونے تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی:

صحیح مسلم کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَتَأْبٰى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا.)) ❷

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو بھی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلاتا ہے اور وہ انکار کرتی ہے تو وہ ذات جو آسمان پر ہے اس عورت پر ناراض رہتی ہے، یہاں تک کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو جائے۔''

عورت شوہر کے گھر کی محافظ ونگہبان ہے:

عورت کے اوپر عائد شوہر کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اس کے گھر

❶ صحيح بخاری، كتاب النكاح باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، رقم: ٥١٩٣۔ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها، رقم: ٣٥٣٨۔

❷ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها، رقم: ٣٥٤٥.

کی حفاظت ونگرانی کرے اور شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا.)) [1]

''یعنی عورت اپنے شوہر کے گھر کی محافظ ونگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

نیز اس پر یہ بھی ضروری ہے کہ گھر کے تمام کام کو از خود انجام دے، کسی ایسی خادمہ کو باہر سے بلانے پر مجبور نہ کرے جس سے وہ پریشانی میں مبتلا ہو اور اس کی بناء پر خود اسے یا اس کی اولاد کو فتنہ سے دوچار ہونا پڑے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۳۲/۲۶۰، ۲۶۱) میں لکھتے ہیں: فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ فَالصَّالِحَاتُ قَٰنِتَٰتٌ حَٰفِظَٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ﴾ (النساء: ٣٤)

''پس نیک عورتیں اطاعت شعار ہوتی ہیں اور خاوند کی عدم موجودگی میں بحفاظتِ الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں۔''

آیت مبارکہ اس امر کی متقاضی ہے کہ عورت کے اوپر اپنے شوہر کی خدمت گزاری، اس کے ساتھ سفر، اپنے آپ کو اس کے قابو میں دینے (یعنی لطف اندوز ہونے کے لیے) اور دیگر امور میں مطلق اطاعت واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ سے بھی اسی کا پتہ چلتا ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ الھدی النبوی (۵/۱۸۸، ۱۸۹) میں فرماتے ہیں:

''خاوند کی خدمت گزاری کو جن علماء نے عورت پر لازم اور واجب قرار دیا ہے ان کا استدلال اس امر سے بھی ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مخاطب بنایا ہے، ان کے نزدیک یہی چیز معروف تصور کی جاتی ہے، لیکن

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب المرأة راعیة فی بیت زوجها، رقم: ٥٢٠٠.

شوہر کا عورت کو آرام پہنچانا، اس کی خدمت گزاری کرنا، جھاڑو دینا، آٹا گوندھنا، کپڑے دھونا، بستر لگانا اور گھریلو ذمہ داریوں کو بجا لانا منکر (ناپسندیدہ) کاموں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ (البقرہ: ۲۲۸)

''اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔''

اور ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ﴾ (النساء: ۳٤)

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔''

اب اگر عورت شوہر کی خدمت نہ کرے، بلکہ شوہر ہی عورت کا خادم بن کر رہے تو عورت کو مرد پر قوامیت (حاکمیت) حاصل ہوگی۔''

مزید فرماتے ہیں:

''عورت سے استفادہ اور اس کی خدمت گزاری کے عوض مرد پر عورت کے نان و نفقہ، رہائش اور اس کے لباس وغیرہ کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ مزید برآں کسی بھی دو شخص کے مابین طے پانے والے عام معاہدہ کو عرف عام پر ہی محمول کی جاتا ہے اور عرف عام خدمت گزاری اور اندرونِ خانہ کی ضروریات کی انجام دہی عورت کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔''

آگے مزید لکھتے ہیں:

''اس سلسلے میں شریف و غیر شریف، فقیر و مالدار کے درمیان تفریق کو روا رکھنا درست نہیں، دنیا کی تمام عورتوں میں سب سے شریف خاتون سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوکر خدمت گزاری کی شکایت کی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان کی شکایت نہیں سنی۔''

عورت کو شوہر سے بدسلوکی اور بے رخی کا خوف ہو تو کیا کرے؟

اگر عورت اپنے خاوند کی جانب سے بے رغبتی اور بے توجہی محسوس کرنے کے باوجود اس کی زوجیت میں باقی رہنا چاہتی ہے تو اس کے لیے کیا کرے؟

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾

(النساء: ۱۲۸)

''اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی اور بے رخی کا خوف ہو تو دونوں آپس میں جو صلح کرلیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں، صلح بہت بہتر چیز ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر عورت کو اندیشہ لاحق ہو جائے کہ کہیں اس کا خاوند اس سے بے رغبتی اور عدم توجہی نہ برتنے لگے تو اس کے لیے جائز ہے کہ شوہر کے اوپر عائد اپنے جملہ حقوق یا بعض حقوق جیسے نان ونفقہ، لباس یا اس کے ساتھ شب باشی سے دست بردار ہو جائے۔ اگر عورت ایسا کرتی ہے تو خاوند کو بھی اس کی بات قبول کرلینی چاہیے، شوہر کی رفاقت حاصل کرنے کے لیے حقوق سے دست برداری میں عورت پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ عورت کی دست برداری کو قبول کرنے میں مرد پر کوئی حرج ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

دونوں آپس میں جو صلح کرلیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں، صلح بہت بہتر چیز ہے۔ یعنی آپس کی مصالحت جدائی اختیار کرنے سے بہتر

ہے۔''

اس کے بعد موصوف رحمہ اللہ نے سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جب وہ عمر دراز ہوگئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے جدائی کا ارادہ کرلیا تو آپ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر مصالحت کر لی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی زوجیت میں باقی رکھیں اور وہ اپنی باری میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں دست بردار ہو جاتی ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی اس پیشکش کو قبول فرما کر انھیں اپنی زوجیت میں باقی رکھا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴۰۶/۲)

اگر عورت کو خاوند ناپسند ہو تو؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ ﴾ (البقرة: ۲۲۹)

''اگر تمھیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لیے کچھ دے ڈالے، اس میں دونوں پر گناہ نہیں ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر (۴۸۳/۱) میں فرماتے ہیں:

''اگر میاں بیوی میں ناچاقی پیدا ہو جائے اور عورت شوہر کے حقوق بجا لانے میں ناپسندیدگی کی وجہ سے کوتاہی کرتی ہو اور اس کے ساتھ گزر بسر کی اپنے اندر طاقت و استطاعت نہ پاتی ہو تو عورت کے لیے جائز ہے کہ خاوند کے دیے ہوئے مال و متاع کو واپس دے کر اس سے چھٹکارا حاصل کرلے، شوہر کے دیے ہوئے مال کو واپس کرنے میں عورت پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ اسے قبول کرنے میں شوہر پر کوئی مضائقہ ہے اور اسی کو خلع کہا جاتا ہے۔''

بغیر کسی عذر کے شوہر سے جدائی اختیار کرنے والی عورت کے بارے میں وعید:

سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ؛ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقَهَا مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسَ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ.)) [1]

''اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی عذر کے بغیر طلاق کی طالب ہوتی ہے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہو جاتی ہے۔''

(ابوداؤد، ترمذی اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں حسن کہا ہے۔)

اس لیے کہ حلال اور مباح چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے۔ [2] بوقت ضرورت ہی طلاق کی راہ اپنائی جاسکتی ہے، لیکن بغیر ضرورت کے یہ مکروہ ہے کیونکہ طلاق کی وجہ سے متعدد واضح ترین نقصانات لازم آتے ہیں اور جس ضرورت کے تحت عورت خاوند سے طلاق کے لیے مجبور ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اوپر عائد خاوند کے حقوق کی ادائیگی مکمل طور پر نہ کر پاتی ہو، جس کی بناء پر شوہر کی زوجیت میں باقی رہنا نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ﴾ (البقرة: ٢٢٩)

''یا تو اچھائی سے روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا۔''

---

[1] ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی المختلعات، رقم: ١١٨٤۔ ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب فی الخلع، رقم: ٢٣٢٦۔ ابن ماجه، ابواب الطلاق، باب کراهية الخلع للمرأة، رقم: ٢٠٥٥.

[2] سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((ما احل الله شيئًا ابغض اليه من الطلاق.)) [المستدرك للحاكم، ص: ١٩٦/٢]..... ''حلال چیزوں میں سے سب سے ناپسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے۔'' نیز دیکھئے: ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب فی کراهية الطلاق.

اورارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاءُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٥ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٥ ﴾ (البقرہ: ۲۲۶،۲۲۷)

''جولوگ اپنی بیویوں سے (تعلق نہ رکھنے کی) قسمیں کھائیں ان کے لیے چار مہینے کی مدت ہے، پر اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق ہی کا قصد کرلیں تو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔''

ازدواجی تعلق منقطع کر لینے کے بعد عورت کے واجبات:

زوجین کے درمیان جدائی کی دوصورتیں ہیں:

پہلی صورت: زندگی میں جدائی

دوسری صورت: موت کے ذریعہ جدائی

دونوں جدائیوں میں عورت پر عدت واجب ہوجاتی ہے، عدت کے معنی ہیں شرعی اعتبار سے ایک محدود مدت کے لیے عورت کا شادی سے رکے رہنا۔

عدت کی حکمت یہ ہے کہ یہ درحقیقت ایک نکاح کامل کے خاتمہ پر اس کے تقدس اور احترام کی رعایت ہے اور ساتھ ہی استبراء رحم (یعنی رحم کو حمل سے پاک وصاف دیکھنا) ہے تاکہ جس نے اس عورت سے جدائی اختیار کی ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس سے صحبت نہ کرے کہ مبادا اس سے پیدا ہونے والے بچے میں اشتباہ و اختلاط پیدا ہوجائے اور حسب ونسب کا ضیاع لازم آجائے۔ عدت میں پہلے عقد کے نکاح کا احترام ہے اور پہلے شوہر کے حق کا احترام وتقدس ہے اور ایک طرح سے اس کی جدائی پر تاثرات کا اظہار ہے۔ عدت کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم:...... حاملہ عورت کی عدت، جو مطلق وضع حمل سے مکمل ہوجاتی ہے، خواہ

عورت مطلقہ بائنہ ہو یا مطلقہ رجعیہ، زندگی ہی میں جدائی اختیار کرنے والی ہو یا متوفی عنها زوجها۔ (یعنی اس کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ ﴾

(الطلاق : ٤)

''حاملہ عورتوں کی عدت ان کا وضع حمل ہے۔''

دوسری قسم: ...... ایسی مطلقہ عورت کی عدت جس کو حیض آتا ہو، یہ عدت تین حیض آنے سے مکمل ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۚ ﴾

(البقرہ : ٢٢٨)

''طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین قروء (حیض) تک روکے رکھیں۔''

آیت مبارکہ میں (ثلاثہ قروء) سے مراد تین حیض ہے۔

تیسری قسم: ...... ایسی عورت جس کو حیض ہی نہ آتا ہو، اس کی دو قسمیں ہیں۔ کم سن غیر حائضہ اور عمر دارز جو حیض سے ناامید ہو چکی ہو، ان دونوں کی عدت اللہ ربّ العزت نے اپنے اس فرمان میں بیان کر دی ہے:

﴿ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ۚ ﴾ (الطلاق : ٤)

''تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے ناامید ہوگئی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔''

چوتھی قسم: ...... ((متوفی عنها زوجها.)) ''یعنی ایسی عورت جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کی عدت اپنے اس فرمان کے ذریعہ واضح کر دی:

﴿ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۚ ﴾ (البقرہ : ٢٣٤)

’’تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن عدت میں رکھیں۔‘‘

یہ حکم مدخول بہا، وغیرہ مدخول بہا کم سن اور عمر دراز سب کو شامل ہے، اس میں حاملہ عورت داخل نہیں ہوگی، کیونکہ دوسری آیت کے ذریعہ وہ خارج ہو جاتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَأُوْلَاتِ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾

’’حاملہ عورتوں کی عدت ان کا وضع حمل ہے۔‘‘ [1]

عدت گزار پر کیا کیا چیزیں حرام ہیں

(۱) شادی کا پیغام:

الف) ایسی عورت جو طلاق رجعی کی عدت گزار رہی ہو اس کو شادی کا پیغام دینا صراحت کے ساتھ یا اشاروں کنایوں میں دونوں طرح سے حرام ہے، کیونکہ وہ ابھی بیوی کے حکم میں ہے، لہٰذا یہ جائز نہیں کہ کوئی اسے شادی کا پیغام دے، کیونکہ وہ ابھی تک اپنے شوہر کی زوجیت اور اس کی ماتحتی میں ہے۔

ب) غیر رجعی طلاق کی عدت گزارنے والی عورت کو صراحت کے ساتھ شادی کا پیغام دینا حرام ہے، البتہ اشاروں کنایوں میں اس کو شادی کا پیغام دیا جا سکتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهُ ﴾

(البقرہ: ۲۳۵)

’’تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اشارۃً کنایۃً ان عورتوں سے شادی کی بات کہو۔‘‘

[1] الھدی النبوی مؤلفہ ابن القیم: ۵/۵۹۴، محقق ایڈیشن۔

صراحت کے ساتھ شادی کا پیغام دینے کی شکل یہ ہے کہ اس عورت سے شادی کی رغبت ظاہر کی جائے، مثلاً کہا جائے کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ایسی حالت میں شادی کی رغبت عورت کو وقت سے پہلے ہی عدت کے ختم ہونے کی اطلاع اور خبر دینے پر مجبور کرسکتی ہے، برخلاف اشارہ و کنایہ کے کیونکہ اشاروں کنایوں میں شادی کی مکمل وضاحت نہیں ہوتی، لہٰذا ان پر کسی قسم کا محذور (ممنوع کام) مرتب نہیں ہوتا اور پھر آیت کریمہ کا مفہوم بھی اسی معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اشاروں اور کنایوں میں شادی کا پیغام دینے کی شکل یہ ہے کہ اس عورت سے کہا جائے کہ میں تمہاری جیسی عورت کا خواہش مند ہوں۔ غیر رجعی طلاق کی عدت گزارنے والی عورت غیر صریح پیغام کا جواب اشارہ و کنایہ میں دے سکتی ہے، البتہ صریح پیغام کا جواب دینا اس کے لیے کسی طرح بھی درست نہیں ہے اور رجعی طلاق کی عدت گزارنے والی عورت نہ تو صراحت کے ساتھ اور نہ ہی اشاروں کنایوں میں کسی طرح سے جواب دے سکتی ہے۔

عدت گزارنے والی خواتین پر نکاح حرام ہے:

عدت گزار عورت کی شادی کسی دوسرے شخص سے کرنا حرام ہے، کیونکہ اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ط ﴾

(البقرہ: ۲۳۵)

''اور عقد نکاح جب تک عدت ختم نہ ہو جائے، پختہ نہ کرو۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر (۱/ ۵۰۹) میں لکھتے ہیں: ...... ''یعنی ان کا عقد نکاح نہ کرو یہاں تک کہ عدت پوری کرلیں۔'' اس پر علماء کا اجماع ہے کہ عدت کے ایام میں دوسرا عقد کرنا صحیح نہیں ہے۔

دخول سے پہلے دی گئی طلاق پر عورت عدت نہیں گزارے گی:

دخول (یعنی میاں بیوی کے اجتماع) سے پہلے دی گئی طلاق پر عورت عدت نہیں گزارے گی، کیونکہ اللہ ربّ العزت کا فرمان ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا نَكَحْتُمُ ٱلْمُؤْمِنَـٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ۖ ﴾

(الاحزاب: ٤٩)

''اے مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں چھونے سے پہلے (ہی) طلاق دے دو، تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں ہے، جسے تم شمار کرو۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر (۴۷۹/۵) میں لکھتے ہیں:

''علماء کے مابین یہ ایک متفق علیہ امر ہے کہ اگر عورت کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی تو اس پر کوئی عدت نہیں ہے، لہٰذا طلاق کے بعد فوراً وہ جس سے چاہے شادی کرسکتی ہے۔''

عورت کو دخول سے پہلے طلاق دے دی جائے تو کیا حکم ہے؟

اگر عورت کو دخول سے پہلے مہر کے تعیین کے بعد طلاق دی گئی ہو تو اسے نصف مہر دیا جائے گا اور اگر مہر کا تعیین نہیں ہوا تھا تو اسے کپڑے وغیرہ میں سے جو کچھ میسر ہو دیا جائے گا۔ دخول کے بعد طلاق دینے کی صورت میں عورت کو مکمل مہر دیا جائے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا۟ لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى ٱلْمُوسِعِ قَدَرُهُۥ وَعَلَى ٱلْمُقْتِرِ قَدَرُهُۥ مَتَـٰعًۢا بِٱلْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى ٱلْمُحْسِنِينَ ۝ وَإِن

طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ﴾ (البقرہ: ۲۳۶، ۲۳۷)

''اگر تم عورتوں کو بغیر چھوئے اور بغیر مہر مقرر کیے طلاق دے دو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہاں! انھیں کچھ نہ کچھ فائدہ کی چیز دو، خوشحال اپنے اندازے سے اور تنگدست اپنی طاقت کے مطابق ...... اور اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ تم نے انھیں چھولیا ہو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کر دیا ہو تو مقررہ مہر کا آدھا مہر دے دو۔''

یعنی اللہ تعالیٰ مردوں کو مخاطب کر کے فرما رہا ہے کہ زوجین کی صحبت اور مہر کی تعیین سے پہلے طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، گرچہ اس سے عورت کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے، لیکن انھیں کچھ مال و متاع دے کر چیز اس کی تلافی ہو جاتی ہے، شوہر کی مالی حالت اور عرف عام کے اعتبار سے عورت کو ساز و سامان دینا ضروری ہے۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزت نے ایسی عورت کا تذکرہ کیا ہے جس کے مہر کا تعیین کیا جا چکا ہے اور اسے دخول سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں نصف مہر دینے کا حکم دیا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر (۵۱۲/۱) میں لکھتے ہیں:

''ایسی صورتِ حال میں (یعنی مہر کی تعیین کے بعد) نصف مہر کا ادا کرنا علماء کے مابین ایک متفق علیہ مسئلہ ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

شوہر کی وفات کے بعد پانچ چیزیں حرام ہیں:

شوہر کی وفات کے بعد عدت گزارنے والی عورت پر پانچ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں:

(۱ تمام انواع و اقسام کی خوشبو، نہ تو وہ اپنے جسم میں اور نہ ہی اپنے کپڑوں میں کسی قسم کی خوشبو لگائے گی اور نہ خوشبودار چیز استعمال کرے گی، کیونکہ رسولِ اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے:

((وَلَا تَمَسَّ طِيبًا .)) [1]

''اور عورت خوشبو نہیں استعمال کرے گی۔

۲) جسمانی زیب و زینت: ایسی عورت کے لیے خضاب لگانا اسی طرح زیب و زینت کی تمام اشیاء جیسے سرمہ وغیرہ اور جلد کو رنگنے والی انواع واقسام کی چیزوں کا استعمال حرام ہے البتہ اگر اس کو بطور علاج اور دوا کے سرمہ لگانے کی ضرورت پیش آ جائے تو رات کے وقت سرمہ لگا سکتی ہے، لیکن دن میں اسے صاف کر دے گی، سرمہ کے علاوہ غیر زینت کی چیزوں سے اپنی آنکھوں کا علاج کر سکتی ہے، اس میں کوئی مضائقہ یا حرج نہیں ہے۔

۳) زیب وزینت کے لباس پہن کر زینت اختیار کرنا بھی ممنوع ہے، ہر وہ لباس جس میں زیب و زینت نہ پائی جاتی ہو پہن سکتی ہے، اس سلسلے میں کوئی مخصوص رنگ متعین نہیں ہے، لیکن مختلف معاشروں میں مخصوص رنگ کے لباس کا استعمال عام طور پر لوگوں کی عادت بنتی جارہی ہے، جس کا شریعت سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

۴) انواع واقسام کے زیورات، یہاں تک کہ انگوٹھی بھی نہیں استعمال کرے گی۔

۵) جس مکان یا منزل میں اپنے خاوند کی وفات کے وقت وہ تھی اس کے علاوہ کسی دوسرے مکان میں یا گھر میں رات گزارنا اور اس گھر سے کسی شرعی عذر کے بغیر منتقل ہونا بھی جائز نہیں ہے، کسی مریض کی عیادت یا کسی قریبی رشتے دار یا سہیلی سے ملاقات کے لیے اپنے گھر سے نہیں نکل سکتی ہے۔ البتہ دن میں اپنے ضروری کاموں کے لیے نکل سکتی ہے۔

مذکورہ پانچ امور کے علاوہ کسی دیگر مباح امر سے عورت کو نہیں روکا جائے گا۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب تلبس الحادۃ ثیاب العصب، رقم: ۵۳۴۳۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ، رقم: ۳۷۴۵.

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ الهدی النبوی (۵/۷۰۵) میں تحریر فرماتے ہیں:

"(خاوند کے انتقال کی وجہ سے) عدت گزارنے والی عورت کو ناخن کاٹنے، غیر ضروری بالوں کو صاف کرنے، بیری کی پتی کے پانی سے غسل کرنے نیز کنگھی کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۳۴/۲۷، ۲۸) میں تحریر کرتے ہیں:

"ہر مباح چیز کا کھانا اس کے لیے جائز ہے، جیسے پھل اور گوشت وغیرہ، اسی طرح مباح مشروبات پینا بھی جائز ہے۔"

آگے مزید لکھتے ہیں:

"ایسی عورت کے لیے تمام مباح کام اور مشغلے جیسے کڑھائی، سلائی اور کٹائی وغیرہ جن کو عموماً عورتیں سرانجام دیتی ہیں حرام یا ممنوع نہیں ہیں، وہ سارے اعمال یا چیزیں جو غیر عدت میں اس کے لیے مباح تھیں، عدت کے ایام میں بھی مباح ہوں گی۔ مثلاً جن مردوں سے اسے گفتگو کی ضرورت پڑتی ہے، ان سے وہ پردے کا خیال کرتے ہوئے گفتگو کرسکتی ہے۔ یہ تمام باتیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی سنت کی باتیں ہیں، جن پر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی بیویاں اپنے شوہروں کی وفات کے بعد ایام عدت میں عمل کرتی تھیں۔"

عوام میں یہ مشہور ہے کہ عدت گزار عورت چاند سے اپنے چہرہ کو چھپائے گی، گھر کی چھت پر نہیں چڑھے گی، مردوں سے گفتگو نہیں کرے گی اور اپنے محارم سے بھی اپنے چہرے کو چھپائے گی یا اس قسم کی دیگر باتیں، تو حقیقتاً ان کی کوئی اصل یا بنیاد نہیں ہے۔

واللہ اعلم

باب دہم:

خواتین کی عزت و ناموس اور عفت و شرافت کو تحفظ فراہم کرنے والے احکام و مسائل

عورتوں پر نگاہوں کو نیچا رکھنا اور عفت کی حفاظت واجب ہے:

مردوں کی طرح خواتین کو بھی نگاہیں نیچی رکھنے اور عفت کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ط ﴾ (النور: ۳۰، ۳۱)

''مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کریں، یہی ان کے لیے زیادہ پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے، مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عفت کی حفاظت کریں۔''

استاذِ محترم شیخ امین امین شنقیطی رحمہ اللہ اپنی تفسیر اضواء البیان (۱۸۶/۶) میں لکھتے ہیں:

''اللہ عزوجل نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو نگاہیں پست رکھنے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے، عفت کی حفاظت میں زنا، لواطت، سحاق (عورتوں کی ہم جنسی) اور بلا ضرورت انہیں لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے سے پرہیز کرنا اور محفوظ رکھنا داخل ہے۔''

آگے مزید فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں دیے گئے احکامات کو بجا لانے والے مردوں اور عورتوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے، بشرطیکہ وہ اس کے ساتھ سورۂ احزاب میں بیان کیے گئے احکامات کو بھی بجا لائیں، جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ۳۵)

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبردار عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ان (سب) کے لیے اللہ تعالیٰ نے (وسیع) مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔''

ایک سنگین جرم:

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ کے کلام میں وارد لفظ (سحاق) کے معنی ہیں: ''عورتوں کی ہم جنسی کا عمل''۔ یہ ایک سنگین جرم ہے، جس پر دونوں عورتیں کڑی سزا اور سخت تادیب کی مستحق ہیں۔

علامہ ابن قدامہ المغنی میں لکھتے ہیں؛ اگر دو عورتیں ہم جنسی کا عمل کرتی ہیں تو وہ دونوں زانی اور ملعون ہیں۔ کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِذَا أَتَتِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَهُمَا زَانِيَتَانِ.)) ❶

''جب دو عورتیں ہم جنسی کا عمل کرتی ہیں تو وہ دونوں زنا کا ارتکاب کرنے والی ہوتی ہیں۔''

ان دونوں پر تعزیری حد جاری کی جائے گی، اس لیے کہ یہ ایسا زنا ہے، جس کے بارے میں کوئی متعین حد ثابت نہیں ہے۔ ❷

نگاہوں کی حفاظت:

نگاہیں پست رکھنے کے سلسلے میں علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب الجواب الکافی میں تحریر کرتے ہیں:

''نگاہیں فحش کاری کا پیش خیمہ اور جنسی شہوت بھڑکانے کا سبب بنتی ہیں، چنانچہ نگاہوں کی حفاظت کی اصل بنیاد ہے، جس شخص نے اپنی نگاہیں آزاد چھوڑ دیں، اس نے اپنے لیے ہلاکت کا سامان مہیا کیا۔ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

((يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولٰى.)) ❸

''اے علی! نظر کے پیچھے نظر نہ دوڑاؤ کیونکہ پہلی (اتفاقی) نگاہ تمہارے لیے معاف ہے۔''

حدیث میں پہلی نظر سے مراد اچانک پڑنے والی نگاہ ہے، جو بغیر قصد وارادہ کے

---

❶ المغنی، لابن قدامہ رحمہ اللہ، ص: ۸/ ۱۹۸.

❷ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛ اسی وجہ سے ہم جنسی کا عمل کرنے والی عورت زانیہ ہے، جیسا کہ حدیث وارد ہے: ((زنا النساء سحاقهن.)) ...... ''دو عورتوں کا زنا ان کا باہم جنسی ملاپ ہے۔'' [مجموع الفتاوىٰ: ۵/ ۳۲۱]

❸ المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ۹/ ۲۳۰۵۲.

واقع ہوتی ہے۔

مسند احمد میں رسولِ اکرم ﷺ سے مروی ہے:

((اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مَّسْمُومٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ.)) ❶

"نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔"

آگے مزید لکھتے ہیں:

"انسان کو لاحق ہونے والی عام مصیبتوں اور پریشانیوں کی اصل جڑ اور بنیاد نظریں ہی ہوا کرتی ہیں کیونکہ اسی نظر سے دلوں میں مختلف وسوسے پیدا ہوتے ہیں، وسوسے افکار و خیالات کو جنم دیتے ہیں، خیالات سے شہوت بیدار ہوتی ہے، شہوت اور جنسی ہیجان سے دل میں ارادہ جنم لیتا ہے جو زور پکڑتے ہوئے عزم مصمم کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر لازمی طور پر آخری عمل انجام پاتا ہے، جس سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نگاہوں کو پست اور نیچی رکھنے پر صبر کر لینا، بعد میں لاحق ہونے والی تکلیف پر صبر کرنے کی بنسبت زیادہ آسان ہے۔"

مسلم خواتین کو مردوں کی جانب نظر اٹھانے نیز میگزین، ٹیلی ویژن یا ویڈیو پر پیش کی جانے والی ہیجان انگیز تصویروں کو دیکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے، برے انجام سے محفوظ رہیں گی، کتنی نظریں نظر والوں کے لیے افسوس و ندامت کا باعث بنتی ہیں، چھوٹی چنگاری ہی سے آگ بھڑکتی ہے۔

گانے و موسیقی سننے پر خواتین کو سخت تنبیہ:

عفت و عصمت کی حفاظت کے مختلف اسباب و وسائل میں سے ایک سبب اور وسیلہ یہ بھی ہے کہ گانے اور موسیقی کے سننے سے اجتناب کیا جائے۔ علامہ ابن القیم رحمہ

❶ الجواب الكافى، لابن القيم رحمه الله، ص: ١٣٠، ١٢٩.

اللہ اغاثۃ اللھفان (۲۴۲/۱، ۲۴۸، ۲۶۴، ۲۶۵) میں فرماتے ہیں:

”شیطان کے بیشمار جال ہیں جن کے ذریعہ کم علم، کم عقل اور دین سے بیگانہ لوگوں کو اپنے دام فریب میں لیتا ہے اور جاہلوں اور باطل پرستوں کے دلوں کا شکار کرتا ہے، انہی جالوں میں سے ایک جال ممنوع وحرام آلات لہو ولعب کے ذریعہ رقص وسرور اور گانے بجانے کا سماع ہے جو کہ دلوں کو قرآنِ کریم سے پھیر دیتا ہے، نیز انہیں فسق و فجور اور عصیان و نافرمانی کا عادی اور سیاہ بنا دیتا ہے، لہٰذا گانا بجانا درحقیقت شیطان کا کھیل ہے، جس سے بندے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ایک دبیز پردہ حائل ہوجاتا ہے، یہ لواطت (اغلام بازی) اور زنا کے لیے جادو کا کام کرتا ہے، اسی کے وسوسے سے بدچلن اور بدکار عاشق اپنے معشوق سے اپنی آخری آرزو اور تمنا کو حاصل کر لیتا ہے۔“

آگے مزید لکھتے ہیں:

”عورت یا بغیر داڑھی مونچھ کے نوجوان لڑکے سے گانا سننا عظیم ترین محرمات میں سے ہے اور دین کو برباد کرنے کا ایک بڑا سبب ہے۔“

یہ بھی لکھتے ہیں:

”ایک باغیرت آدمی اپنے اہل وعیال کو گانا سننے سے اسی طرح روکتا اور منع کرتا ہے جس طرح انہیں شکوک وشبہات کے اسباب سے دور رکھتا ہے، اسی طرح کے بدقماش لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جب عورت مرد کے قابو میں نہیں آتی ہے تو مرد اسے گانا سنانے کی کوشش کرتا ہے، گانا سننے کے بعد عورت نرم پڑجاتی ہے کیونکہ وہ آواز سن کر بہت جلد اس کا اثر قبول کر لیتی ہے، اگر گانے کی آواز ہوگی تو اس کے اندر دو جانب سے انفعال (اثر) پیدا ہوگا، ایک آواز کی جانب سے، دوم گانے کے معنی و

مفہوم کی جانب سے۔ اب اسی سحر آفرینی کے ساتھ ڈھول تاسہ، غزلیات اور نسوانی انداز میں پورے جسم کو بل دے کر رقص بھی جمع ہو جائیں تو اگر گانے کے ذریعے کوئی عورت حاملہ ہوسکتی ہے تو اس نوعیت کے گانے سے ضرور بالضرور حاملہ ہو جائے گی، کتنی ہی شریف زادیوں نے محض گانوں کی وجہ سے عصمت فروشی کی راہ اپنالی ہے۔''

چنانچہ ایک مسلم خاتون کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور خوف اختیار کرنا چاہیے اور اس سنگین مہلک اخلاقی بیماری سے پرہیز کرنا چاہیے جو آج مسلمانوں کے درمیان مختلف وسائل و ذرائع اور متعدد اسلوب اور انداز سے گانوں کی شکل میں پھیلتی جارہی ہے، جن کو بہت سی نادان دوشیزائیں ان کے اصل مصادر ومنبع سے طلب کر کے آپس میں ایک دوسرے کو بطور تحفہ (گفٹ) پیش کرتی ہیں۔

محرم کی معیت کے بغیر خواتین کے سفر حرام:

عفت وعصمت کی حفاظت کے مختلف طرق و وسائل میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ عورت کسی ایسے محرم کے بغیر سفر پر نہ نکلے جو اسے اوباشوں، بدکاروں اور آوارہ لوگوں کے برے ارادوں اور بری نیتوں سے تحفظ فراہم کر سکے اور بچا سکے، محرم کے بغیر عورت کے سفر کرنے کی ممانعت میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، انہی احادیث میں سے سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث بھی ہے، جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مُحْرَمٍ.)) [1]

---

[1] صحيح بخاری، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بالمرأة، رقم: ٥٢٣٣۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع ذو محرم الى حج وغيره، رقم: ٣٢٥٨۔ ابو داؤد، كتاب المناسك، باب فى المرأة تحج بغير محرم، رقم: ١٧٢٦۔ ترمذی، ابواب الرضاع باب ما جاء فى كاهية ان تسافر المرأة وحدها، رقم: ١١٧٠۔ ابن ماجه، ابواب المناسك، باب المرأة تحج بغير ولى، رقم: ٢٨٩٨.

''کسی محرم کی معیت کے بغیر عورت تین دن کی مسافت کا سفر طے نہ کرے۔''

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث بھی ہے، جس میں آپ فرماتے ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ تُسَافِرَ الْمَرْأَةُ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ أَوْ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ.)) ❶

''نبی کریم ﷺ نے عورت کو شوہر یا محرم کی معیت کے بغیر دو دن یا دو رات کی مسافت طے کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

سیّدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث بھی ہے، جس میں رسولِ اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ عَلَيْهَا.)) ❷

''کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی محرم کو ساتھ لیے بغیر ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر طے کرے۔''

مذکورہ احادیث میں تین دن، دو دن، ایک دن اور ایک رات کی جو تحدید کی گئی ہے تو اس سے مراد اس زمانے کے وسائل نقل وحمل و پاپیادہ اور سواریوں کی مسافت ہے۔ تین دن، دو دن، ایک دن اور ایک رات یا اس سے بھی کم مسافت کی تحدید میں جو مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں تو علماءِ کرام نے اس اختلاف کا جواب یہ دیا ہے کہ اس تحدید سے اس کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہر وہ سفر ہے، جس پر سفر کا اطلاق ہوتا ہے، اس سے عورت کو منع کیا گیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ صحیح مسلم کی شرح (۱۰۳/۹) میں لکھتے ہیں:

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل الخ، رقم: ۵۲۳۳۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع ذو محرم الی حج وغیرہ، رقم: ۳۲۶۳.

❷ صحیح بخاری، ابواب التقصیر، رقم: ۱۰۸۷۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع ذو محرم الی حج وغیرہ، رقم ایضًا.

''حاصل کلام یہ ہے کہ ہر وہ مسافت جس پر سفر کا اطلاق ہوتا ہے شوہر یا محرم کی معیت کے بغیر اس کا سفر کرنے سے عورت کو منع کیا جائے گا، خواہ وہ تین دن ہو یا دو دن ہو یا ایک دن ہو، ایک برید ہو یا اس سے بھی کم ہو کیونکہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مطلق سفر سے ممانعت میں وارد ہوئی ہے، جس کو مذکورہ احادیث کے بعد بالکل آخر میں امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

((لَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ.)) [1]

''کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

یہ حدیث ان تمام مسافات کو شامل ہے، جن پر سفر کا اطلاق ہوتا ہے۔

جن لوگوں نے عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے عورت کو سفر کرنے کی اجازت دی ہے تو حقیقتاً فتویٰ خلاف سنت ہے۔ امام خطابی رحمہ اللہ معالم السنن (۲/۲۷۶، ۲۷۷) مطبوع مع تہذیب السنن لابن القیم میں لکھتے ہیں:

''رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مرد محرم کی معیت کے بغیر عورت کے سفر کو ممنوع قرار دیا ہے، عورت کے سفر کے لیے جس شرط کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری قرار دیا ہے، اس کے فقدان کے باوجود سفر حج کے لیے عورت کے نکلنے کو جائز قرار دینا خلافِ سنت ہے، غیر محرم مرد کے ساتھ عورت کا سفر کرنا معصیت اور گناہ ہے، لہٰذا حج جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی ہے، اسے عورت پر معصیت اور گناہ کی طرف لے جانے والے کسی امر کے ذریعہ ضروری اور لازم قرار دینا جائز اور درست نہیں ہوسکتا۔''

میں (مؤلف) کہتا ہوں ان لوگوں نے محرم کی معیت کے بغیر مطلق سفر کی اجازت عورت کو نہیں دی ہے، بلکہ انہوں صرف فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے اس کو سفر کی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع ذو محرم الى حج وغيره، رقم ايضًا.

اجازت دی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ (المجموع: ۸/ ۲۴۹) میں فرماتے ہیں:

''نفلی حج، تجارت اور زیارت وغیرہ کے سفر میں محرم کے بغیر عورت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔''

لہٰذا آج جو حضرات محرم کی معیت کے بغیر عورتوں کے ہر طرح کے سفر میں تساہل برتتے ہیں، ان کی کوئی بھی قابل اعتماد عالم موافقت اور تائید نہیں کرتا۔ ان کا یہ کہنا کہ محرم عورتوں کو ہوائی جہاز میں سوار کرا دیتا ہے، جس شہر یا جس ملک میں وہ جانا چاہتی ہے، وہاں پہنچنے کے بعد دوسرا محرم اس کا استقبال کر لیتا ہے اور اسے اتار لیتا ہے، چونکہ جہاز میں بکثرت مرد و زن مسافرین کی تعداد موجود ہوتی ہے، اس لیے ان کے خیال کے مطابق جہاز کا سفر فتنوں سے مامون و محفوظ ہوتا ہے، ہم ان حضرات کے جواب میں عرض کریں گے ہرگز نہیں، جہاز کا سفر بہ نسبت دیگر سواریوں کے زیادہ پر خطر ہوتا ہے، کیونکہ اس میں مسافروں کے مابین اختلاط ہوتا ہے، عین ممکن ہے عورت کو کسی مرد کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھنا پڑے اور جہاز کو ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑے، جن کی وجہ سے اسے اپنے رخ کو کسی دوسرے ایئر پورٹ کی جانب موڑنا پڑے، جہاں عورت کو لینے والا کوئی نہ ہو، وہاں اس کو مختلف خطرات کا سامنا ہو سکتا ہے اور کسی ایسے شہر اور ملک میں عورت کا کیا حشر ہوگا، جہاں نہ تو اس کا کوئی محرم ہے اور نہ اس شہر اور ملک سے وہ واقف ہے۔

نامحرم کے ساتھ عورت کا تنہائی میں اکٹھے ہونا حرام ہے:

عفت و عصمت کو محفوظ رکھنے اور بچانے کا ایک طریقہ اور وسیلہ یہ بھی ہے کہ نامحرم شخص کے ساتھ عورت کو خلوت (تنہائی) میں اکٹھا نہ ہونے دیا جائے۔ فرمانِ نبوی ہے:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْهَا، فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ.)) [1]

[1] المعجم الكبير، للطبراني: ۱۱/ ۱۹۱، طبعة العراق إرواء الخليل للألباني: ۶/ ۲۱۵ المكتب الاسلامی.

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے کسی ایسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہیں ہونا چاہیے جس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو اس لیے کہ ان دونوں کے علاوہ تیسرا وہاں شیطان ہوتا ہے۔''

سیّدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ لَا تَحِلُّ لَهُ، فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ إِلَّا مُحْرَمٌ.)) ❶

''کوئی شخص کسی ایسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ ہو جو اس کے لیے حلال نہیں ہے اس لیے کہ تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے، البتہ محرم اس کے ساتھ تنہائی میں ہوسکتا ہے۔''

مجد ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منتقی میں لکھا ہے:

''ان دنوں حدیثوں کو امام احمد نے روایت کیا ہے، سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی متفق علیہ حدیث میں یہ معنی گزر چکا ہے۔'' ❷

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار (۶/۱۲۰) میں لکھتے ہیں:

''اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا ہونے کی حرمت پر علماء امت کا اجماع ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں نقل کیا ہے، حرمت کی علت وہی ہے جو حدیث میں بیان کی گئی ہے کے لیے ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے اور شیطان کی موجودگی دونوں کو معصیت اور گناہ کے ارتکاب کا سبب بن سکتی ہے، محرم کی موجودگی میں اجنبی عورت کے ساتھ اکٹھا ہونا جائز ہے کیونکہ اس کی موجودگی معصیت کے ارتکاب کے لیے رکاوٹ ہوگی۔''

---

❶ المسند للامام احمد، رقم الحدیث: ۱۵۶۹۶/۵.

❷ صحیح بخاری، ابواب النکاح، باب لا یخلون بامرأۃ الا ذو محرم، رقم: ۵۲۳۳۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ، رقم: ۳۲۵۸.

خاوند کے نامحرم رشتہ دار کے ساتھ تنہائی میں اکٹھے ہونا حرام ہے:

بعض خواتین اور ان کے سرپرست مختلف نوع کی خلوتوں (تنہائیوں) کے سلسلے میں تساہل سے کام لیتے ہیں، انہی خلوتوں میں سے ایک یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند کے رشتہ داروں کے ساتھ خلوت (تنہائی) میں ہوتی ہے، ان کے سامنے اپنے چہرے کو کھلا رکھتی ہے، حالانکہ یہ خلوت بہ نسبت دیگر خلوتوں کے زیادہ خطرناک اور سنگین ہوتی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

((إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: الْحَمْوُ الْمَوْتُ.)) [1]

''خواتین پر داخل ہونے سے گریز کرو، ایک انصاری صحابی نے عرض کیا؛ یا رسول اللہ ﷺ! حمو کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حمو تو موت ہے۔''

(امام احمد، بخاری اور ترمذی رحمہم اللہ نے اسے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔)

امام ترمذی فرماتے ہیں؛ ''حمو'' کے معنی دیور (خاوند کا بھائی) بتلایا جاتا ہے، گویا آپ ﷺ نے دیور کے ساتھ خلوت کو ناپسند فرمایا ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری (۹/۳۳۱) میں لکھتے ہیں:

''امام نووی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ خاوند کے قریبی رشتہ داروں جیسے والد، چچا، بھائی، بیٹے، بھتیجے اور چچیرے بھائی وغیرہ کو حمو کہا جاتا ہے، اس پر علمائے

---

[1] المسند للامام احمد، رقم الحديث: ١٧٣٥٢/٦۔ صحيح بخارى، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة الا ذو محرم، رقم: ٥٢٣٣۔ ترمذى، ابواب الرضاع، باب ما جاء فى كراهية الدخول على المغيبات، رقم: ١١٧١.

[2] ترمذى، ابواب الرضاع، باب ما جاء فى كراهية الدخول على المغيبات.

لغت کا اتفاق پایا جاتا ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''حدیث میں حمو سے باپ اور بیٹوں کو چھوڑ کر خاوند کے تمام اقارب مراد ہیں، باپ اور بیٹے چونکہ محارم میں داخل ہیں، اس لیے ان کا عورت کے ساتھ خلوت میں ہونا جائز ہے، ان کے حق میں خلوت کو موت سے نہیں تعبیر کیا جا سکتا ہے۔''

فرماتے ہیں:

''تساہل سے کام لیتے ہوئے عموماً بھائی اپنے بھائی کی بیوی کے ساتھ خلوت میں ہو جاتا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے اسے موت سے تشبیہ دی ہے، لہٰذا وہ ممانعت کا زیادہ مستحق ہے۔''

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار (۶/ ۱۲۲) میں حدیث نبوی (الحمب و الموت) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بہ نسبت دیگر لوگوں کو اس سے زیادہ خطرہ اور خوف ہوتا ہے، جس طرح موت سے بہ نسبت دیگر چیزوں کے زیادہ خوف اور خطرہ ہوتا ہے۔''

لہٰذا ایک مسلمان خاتون کو اللہ سے خوف کرنا چاہیے اور اس معاملہ میں کسی قسم کا تساہل نہیں برتنا چاہیے، اگرچہ بیشتر لوگ اس میں تساہل سے کام لیتے ہیں، کیونکہ اعتبار شریعت کے احکام کا ہے، نہ کہ لوگوں کے عادات و اطوار کا۔

اجنبی ڈرائیور کے ساتھ عورت کا تنہا سوار ہونا:

بعض خواتین اور ان کے سرپرست اجنبی ڈرائیور کے ساتھ عورت کے تنہا گاڑی میں سوار ہونے کے لیے تساہل اور چشم پوشی سے کام لیتے ہیں، حالانکہ یہ خلوت بھی حرام ہے۔ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ سابق مفتی سعودی عرب اپنے مجموع فتاویٰ

(۵۲/۱۰) میں فرماتے ہیں:

''اب اس امر میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی ہے کہ اجنبی عورت کا ڈرائیور کے ساتھ کسی محرم کی رفاقت کے بغیر تنہا کار میں سوار ہونا واضح طور پر ایک منکر عمل ہے، اس میں متعدد غیر معمولی خرابیاں ہیں، خواہ ڈرائیور کے ساتھ کار میں بیٹھنے والی باحیا، شرمیلی لڑکی ہو یا پاکدامن بڑی عمر کی عورت ہو جو مردوں سے بالمشافہ بات چیت کرتی ہو، جو شخص اپنی محرم خواتین کے لیے اس امر کو پسند کرتا ہے، وہ دینی اعتبار سے کمزور، مردانگی میں ناقص اور بے غیرت ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

((مَا خَلَا رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ الشَّيْطَانُ ثَالِثَهُمَا.)) [1]

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہیں ہوتا مگر شیطان ان دونوں کا تیسرا ہوتا ہے۔''

عورت کا اجنبی مرد کے ساتھ کار میں سوار ہونا گھر وغیرہ میں اس کے ساتھ خلوت اختیار کرنے سے کہیں زیادہ خطرناک اور مضر ہے، کیونکہ وہ اس عورت کو شہر کے اندر یا شہر کے باہر اس کی رضا مندی کے ساتھ یا بغیر رضا مندی کے کہیں بھی لے جا سکتا ہے، اس سے جو خرابیاں لازم آئیں گی وہ مجرد خلوت سے لازم آنے والی خرابیوں سے کہیں زیادہ خطرناک اور عظیم ہوں گی۔

جس شخص کے ذریعے خلوت کو ختم کیا جا سکتا ہے، اس کا بڑا ہونا بھی ضروری ہے، لہٰذا کم سن بچے کا موجود ہونا کافی نہیں ہے، اور بعض خواتین کا یہ تصور کہ اگر انہوں نے اپنے ساتھ کسی بچے کو لے لیا تو خلوت ختم ہوگئی، غلط ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم (۱۰۹/۹) میں فرماتے ہیں:

''اگر کوئی اجنبی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ بغیر کسی تیسرے شخص کی موجودگی

[1] ترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی کراهية الدخول علی المغيبات، رقم: ۱۱۷۱.

کے خلوت میں ہوتا ہے تو یہ باتفاق علماء حرام ہے، اسی طرح اگر ان دونوں کے ساتھ کوئی ایسا شخص ہو، جس سے اس کی کم سنی کی وجہ سے شرم وحیا نہ کی جاتی ہو تو اس کے ذریعے ممنوعہ خلوت زائل نہیں ہوسکتی۔''

ڈاکٹروں کے پاس عورت کا تنہا جانا:

بعض خواتین اور ان کے سرپرست ڈاکٹروں کے پاس بھی عورت کے تنہا جانے میں تساہل سے کام لیتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ عورت علاج کی ضرورت مند ہوتی ہے، یہ بھی ایک نہایت منکر (ناپسندیدہ) اور حد درجہ خطرناک عمل ہے، جس پر خاموشی اور سکونت اختیار کرنا یا اسے باقی رکھنا جائز نہیں ہے۔ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۱۳/۱۰) میں لکھتے ہیں:

''بہرحال کسی اجنبی عورت کے ساتھ کسی مرد کا خلوت میں ہونا شرعاً حرام ہے، خواہ وہ معالج اور طبیب ہی کیوں نہ ہو۔ دلیل وہی حدیث ہے، جس میں وارد ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہو تو شیطان ان دونوں کے درمیان تیسرا ہوتا ہے۔''

لہٰذا عورت کے ساتھ کسی شخص کی موجودگی ضروری ہے، خواہ اس کا شوہر ہو یا اس کا کوئی محرم مرد ہو، اگر یہ میسر نہ ہو تو اس کی کوئی قریبی رشتہ دار عورت ہی ہو، اگر ان لوگوں میں سے کوئی بھی نہ ہو اور بیماری سنگین ہو جس کو مؤخر کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم نرس وغیرہ کی موجودگی ضروری ہے، تاکہ خلوت ممنوعہ سے اجتناب ہوسکے۔

ڈاکٹر کا اجنبی عورت کے ساتھ خلوت:

اسی طرح ڈاکٹر کا کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا جائز نہیں ہے، خواہ اس کی کلاس فیلو ڈاکٹر یا نرس ہی کیوں نہ ہو اور نابینا استاذ وغیرہ کا کسی طالبہ کے ساتھ خلوت میں ہونا بھی جائز اور درست نہیں ہے اور نہ ہی جہاز میں کسی ایئر ہوسٹس کا اجنبی

مرد کے ساتھ خلوت میں ہونا جائز ہے۔ جھوٹی تہذیب کے نام پر نیز کفار کی اندھی تقلید اورشرعی احکام سے لا پرواہی کی بناء پر لوگ ان امور میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔

گھر کے اندر خادمہ یا خادم کے ساتھ خلوت:

گھر کے اندر کام کرنے والی خادمہ کے ساتھ آدمی کا خلوت میں ہونا یا گھر کی مالک کا خادم کے ساتھ خلوت میں ہونا بھی جائز نہیں ہے۔

خادموں کا مسئلہ ایک ایسا خطرناک اور سنگین مسئلہ بنا ہوا ہے، جس سے عصر حاضر کے بیشتر لوگ دوچار ہیں کیونکہ خواتین درس و تدریس اور گھر سے باہر مختلف کاموں میں مشغول ہیں۔

لٰہذا مومن مردوں اور عورتوں کو اس معاملہ میں متنبہ رہنے اور کافی احتیاط برتنے کی ضرورت ہے اور غلط عادات اور برے رسم و رواج کی دوڑ میں مسابقت کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

عورت کا غیر محرم سے مصافحہ کرنا حرام ہے:

غیر محرم مرد سے عورت کا مصافحہ کرنا حرام ہے۔ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ صدر اعلیٰ برائے افتاء و دعوت وارشاد (سعودی عرب) اپنے مجموعہ فتاویٰ (۱/ ۱۸۵ مطبوعہ مؤسة الدعوة الاسلامية الصحيفة) میں فرماتے ہیں: غیر محرم عورتوں سے مطلقاً مصافحہ جائز نہیں ہے، خواہ نوجوان ہوں یا عمر رسیدہ بوڑھی عورتیں، خواہ مصافحہ کرنے والا نوجوان ہو یا عمر رسیدہ بوڑھا، کیونکہ مصافحہ میں دونوں کے لیے فتنہ کا سامان موجود ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ثابت ہے:

((مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ، مَا كَانَ يُبَايِعُهُنَّ إِلَّا بِالْكَلَامِ.)) [1]

[1] صحيح بخارى، كتاب التفسير، سورة الممتحنه، صحيح مسلم، كتاب الامارة، ⇦ ⇦ ⇦

’’آپ ﷺ کے دست مبارک سے کسی عورت کا ہاتھ کبھی بھی مس نہیں ہوا، صرف کلام کے ذریعہ آپ خواتین سے بیعت کرتے تھے۔‘‘

اور مصافحہ کرتے وقت کپڑے وغیرہ کے ذریعے دونوں ہاتھوں کے درمیان حد فاصل قائم کرنے یا نہ کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ ممانعت کے دلائل میں عمومیت پائی جاتی ہے اور فتنہ کے سد باب کے لیے عدم تفریق ہی مناسب ہے۔

شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ اپنی تفسیر اضواء البیان (۶/ ۶۰۲، ۶۰۳) میں لکھتے ہیں:

’’واضح ہوا کہ کسی اجنبی مرد کے لیے کسی اجنبی عورت سے مصافحہ جائز نہیں ہے اور نہ ہی مردانہ جسم کے کسی حصہ کا زنانہ جسم کے کسی حصے سے مس ہونا جائز ہے اور اس کے مختلف دلائل ہیں۔‘‘

پہلی دلیل: ...... نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنِّيْ لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ .... الحديث.)) [1]

’’بیشک میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔‘‘

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

’’یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔‘‘

لہٰذا ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے خواتین سے مصافحہ نہ کریں۔ مذکورہ حدیث کی وضاحت سورۂ حج میں احرام یا غیر احرام کی حالت میں مردوں کے لیے مطلق معصفر (زعفرانی رنگ میں رنگے ہوئے) لباس کے استعمال کی ممانعت پر گفتگو کے وقت کر چکے ہیں اور سورۂ احزاب کی آیت حجاب کی تفسیر

⇦⇦ باب کيفية بيعة النساء، رقم: ۴۸۳۴۔ ترمذی، ابواب التفسیر، سورة الممتحنه، رقم: ۳۳۰۶۔ مذکورہ حدیث میں الامراء یملکھا کے الفاظ ہیں۔

[1] المسند للامام احمد، رقم الحديث: ۱۰/ ۲۷۶۴۳۔ نسائی، کتاب البیعة، باب بیعة النساء، رقم: ۴۱۸۶۔

کے دوران بھی اس پر تفصیلی بحث ہوچکی ہے۔ بیعت کے وقت رسولِ اکرم ﷺ کا عورتوں سے مصافحہ نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مرد عورتوں سے مصافحہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کے جسم کا کوئی حصہ عورت کے جسم کے کسی حصہ سے مس کر سکتا ہے، کیونکہ لمس کی سب سے خفیف صورت مصافحہ ہے، جب بوقت ضرورت یعنی بیعت کے وقت آپ ﷺ مصافحہ سے گریز کرتے تھے تو اس سے یہی معلوم ہوا کہ مصافحہ جائز نہیں ہے اور آپ ﷺ کی مخالفت کسی کے لیے جائز نہیں، اس لیے کہ آپ ﷺ اپنے افعال و اقوال اور تقریر کے ذریعہ اپنی امت کے لیے احکامات کی تشریح کرنے والے تھے۔

دوسری دلیل:...... پہلے ہم جو کہہ آئے ہیں کہ ایک خاتون مکمل طور سے عورت (یعنی ستر) ہوتی ہے، اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو چھپائے، فتنہ میں واقع ہونے کے خوف سے اسے نگاہیں پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ دو جسموں کے لمس میں بہ نسبت آنکھوں کی نظر کے شہوت کو بھڑکانے اور فتنہ وفساد کی جانب دعوت دینے کا زیادہ قوی داعیہ پایا جاتا ہے۔ ہر انصاف پسند آدمی اس حقیقت کو اچھی طرح جانتا بوجھتا ہے۔

تیسری دلیل:...... اس زمانے میں جب کہ لوگوں کے دلوں میں خوفِ الٰہی باقی نہیں رہا، امانت و دیانت کا فقدان ہوتا جارہا ہے، شکوک وشبہات کی چیزوں سے اجتناب کا جذبہ ماند پڑتا جارہا ہے، ایک اجنبی عورت سے لطف اندوز ہونے اور لذت حاصل کرنے کا یہ ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے، بارہا ہم کو بتلایا جاچکا ہے کہ عوام سے بعض لوگ اپنی سالیوں (بیویوں کی بہنوں) کا منہ سے منہ ملا کر بوسہ لیتے ہیں اور اس کو سلام کا نام دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس نے اپنی سالی کو سلام کیا ہے۔ ان کی مراد ہوتی ہے کہ اس کا بوسہ لیا ہے، جب کہ اس کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے، لہٰذا حق بات جس میں شک وشبہ کی ادنیٰ گنجائش نہیں ہے، یہ ہے کہ فتنوں اور شکوک وشبہات کی چیزوں اور ان

کے اسباب وعوامل سے دوری اختیار کی جائے اور فتنوں کے بڑے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ایک مرد اجنبی عورت کے جسم کے کسی حصہ کا لمس کرے اور چھوئے، جو حرام کاری کا ایک راستہ اور ذریعہ ہے۔ چنانچہ اس راستے کا بند کرنا بہت ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کی وصیت کی یاددہانی:

آخر میں مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی اس وصیت کی یاددہانی کراتے ہوئے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ٥ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ اَوْ آبَائِهِنَّ اَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْ اَخَوَاتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُوْلِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ ﴾ (النور: ۳۰،۳۱)

''مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کریں، یہی ان کے لیے زیادہ پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے، مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں

نیچی رکھیں اور اپنی عفت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے، یا اپنے والد کے، یا اپنے خسر کے، یا اپنے لڑکوں کے، یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے، یا اپنے بھائیوں کے، یا اپنے بھتیجوں کے، یا اپنے بھانجوں کے، یا اپنے میل جول کی عورتوں کے، یا غلاموں کے، یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں، یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں، اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے، اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو، تا کہ تم نجات پا جاؤ۔''

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَصَحْبِهِ